مجلس دعوۃ الحق پرنام بٹ کا تبلیغی واصلاحی ترجمان

دعوۃ الحق

"بدعت ایک ہلاکت"

"بدعت ابلیس کو تمام گناہوں سے زیادہ محبوب ہے اسلئے کہ گناہوں سے تو توبہ ہوسکتی ہے اور بدعت سے توبہ نہیں کی جاتی اور اس کا سبب یہ ہے کہ گنہگار تو یہ سمجھتا ہے کہ میں گناہ کر رہا ہوں، تو اس کو توبہ کی توفیق ہوجائے گی، مگر بدعتی تو اس دھوکہ میں رہتا ہے کہ میں طاعت وعبادت کر رہا ہوں تو وہ نہ توبہ کرے گا نہ استغفار۔

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ
(مجالس الابرار عربی صفحہ:۱۳۰)

مقامی مجلس دعوۃ الحق پرنام بٹ، ٹملناڈو

ایک منٹ کا مدرسہ

سبق نمبر (۱۵)

نَحمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

(۱) ترجمہ اذکارِ نماز بسم اللہ الرحمن الرحیم ''کے معنی ہوئے: اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔'' الحمدللہ سب تعریفیں اللہ کیلئے خاص ہیں۔

(۲) نماز کی سنتیں (۱۵) فجر اور ظہر میں طوال مفصل یعنی سورۂ حجرات سے سورۂ بروج تک، عصر اور عشاء میں اوساط مفصل یعنی سورۂ بروج سے سورۂ لم یکن تک اور مغرب میں قصار مفصل یعنی سورۂ زلزال سے سورۂ ناس تک کی سورتیں پڑھنا

(۳) بڑے بڑے گناہ جن پر سخت وعید آئی ہے جو بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے اور ایک گناہ بھی جہنم میں لے جانے کے لئے کافی ہے (مگر اللہ تعالیٰ جس پر فضل فرمائیں) (۱۵) باوجود قدرت کے ضرور تمند کی مدد نہ کرنا۔

(۴) گناہ کے نقصانات جو دنیا میں پیش آتے ہیں (۱۵) گناہ کی نحوست نہ صرف گنہگار کو پہنچتی ہے بلکہ اس کا ضرر دوسری مخلوقات کو بھی پہنچتا ہے حتی کہ جانور تک اس پر لعنت کرتے ہیں۔

(۵) طاعت کے فائدے جو دنیا میں ملتے ہیں (۱۵) بعض طاعت میں یہ اثر ہے کہ اس سے تمام کاموں کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ لے لیتے ہیں جیسے کہ حدیث قدسی ہے کہ اے ابن آدم! تو میرے لئے شروع دن میں چار رکعت پڑھ لیا کر میں ختم دن تک تیرے سارے کام بنادیا کروں گا۔

ماهنامہ

جلد (۲) شمارہ (۳)

دعوۃ الحق

جمادی الاخری ۱۴۲۷ھ

جولائی ۲۰۰۶ء

اجازت فرمودہ

محی السنۃ شیخ المشائخ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی قدس اللہ سرہٗ

زیرِ نگرانی

حضرت مولانا محمد اسعد صاحب مدظلہم
ناظم مقامی مجلس دعوۃ الحق

مدیرِ مسئول

مولانا قاری محمد عارف رحیمی زید مجدھم

ترتیب و تقدیم

علمائے مقامی مجلسِ دعوۃ الحق

قیمت ۱۰ روپے

سالانہ زرِ تعاون ایک سو روپے، ششماہی ۵۵ روپے

منجانب

مقامی مجلسِ دعوۃ الحق، پرنام بٹ۔ ٹملناڈو

طابع وناشر حکیم وصی اللہ نے کرسنٹ اسکرینس بنگلور سے چھپوا کر دفترِ دعوۃ الحق پرنام بٹ سے شائع کیا

آئینہ

ہر نصیحت ہمارے لئے آئینہ ہے آیئے اپنی سدھار کی فکر کریں

دینی کتب ورسائل کا احترام ہر مسلمان کا فرض ہے

باسمہٖ تعالیٰ حامداً و مصلّیا

اداریہ

عالمِ اصغر سے عالمِ اکبر تک

مفکرینِ ملت سر بگریباں ہیں کہ ع
تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

کا مصداق بنی ہوئی ملت مسلمہ کے مسائل کیسے حل کئے جائیں، اندر سے یہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے تو باہر سے ہر دن ایک نئی یورش اس کو پاش پاش کرنے پر تلی ہوئی مصرف کار، وقت و فرصت اندر کی گھانٹیاں سلجھانے ہی کیلئے نہیں ہے تو باہر کے طوفانِ ظلم و ستم کے مقابلے کی کون سوچے؟

بعض اخبارات کے مراسلہ نگاروں نے یہاں تک لکھدیا کہ (نعوذ باللہ) کبھی سوچنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں کا کوئی خدا ہے یا نہیں؟ ٹھیک ہے۔ اگر واقعی مسلمانوں کو ہمیشہ اپنے خدا کے موجود و معبود ہونے کا یقین ہوتا تو یہ روز بد دیکھنا نہ پڑتا۔

اپنے ماضی کی روشن تاریخ، عہد صحابہ و تابعین کے سنہرے صفحات، اقوام عالم کے امام و پیشوا بننے والے سلف صالحین کی شاندار کامیابیاں جس قوم و ملت کو یاد ہوں وہ یہ بحرانی سوال نہیں کر سکتی نہ وہ سوچ ہی سکتی ہے کہ خدا کہاں ہے؟ جو خدا ان کا تھا آج ہمارا بھی وہی خدا ہے۔ مگر جیسے وہ تھے آج ہم نہیں ہیں۔

نزولِ قرآن سے پہلے عالمی فساد اور کائناتی خرابی کے اسباب پر قرآن نے روشنی ڈالی۔

ظهر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس . (فساد ہی فساد پھیل گیا خشکی میں تری میں لوگوں کے ہاتھوں کی کمائی سے)

عالم اصغر یعنے انسان کے اخلاق بگڑے تو عالم اکبر (ساری کائنات) کا مصائب و آفات کے طوفان سے تباہ و برباد ہونا یقینی تھا بس وہی ہوا۔

آخر اسلام پیامِ صلاح و دستور فلاح لیکر آیا آن کی آن میں انقلاب برپا ہوا زمین جنت کا نمونہ بن گئی، محسن انسانیت مربی اعظم محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو پیشگی ہی خبردار فرمایا کہ

اس صلاح سے مطمئن نہ ہو جائے معاملہ پھر بگڑ سکتا ہے ارشاد ہے:

الا ان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد کله واذا فسدت فسد الجسد کله الا وھی القلب خبردار جسم انسانی میں ایک لوتھڑا ہے گوشت کا، وہ ٹھیک رہا تو سارا جسم ٹھیک۔ خدانخواستہ وہ بگڑا تو سارا بدن سارے اعضا بگاڑ کا شکار ہوئے۔ وہ کونسا لوتھڑا ہے۔

وھی القلب وہ ہیں ''حضرتِ دل سلمہ اللہ تعالیٰ''

دل کی اصلاح کے بغیر کوئی محنت بار آور نہیں ؎

زباں نے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل
دل ونگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

یوم لاینفع مال ولا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم ''روز قیامت نہ مال نفع دے نہ اولاد۔ ہاں جو اللہ پاک سے سلامتی والے دل کے ساتھ ملے وہ محفوظ''

اولاً دل کی سلامتی کی فکر کی جائے، ثانیاً اہل دل سے رشتہ جوڑا جائے۔

آج بھی یہی رشتہ لوگوں کو پسند نہیں آرہا ہے، اتباع قرآن وحدیث کے اونچے دعوے، علم کا ذخیرہ کھنگال ڈالنے کا زعم، مگر دل کو دل بنانے سے فرار و بیزارحتی کہ اس رشتہ کو شرک وبدعت قرار دینے پر اصرار۔ اس کا حقیقی سبب روش صدیقی سے سنئے ؎

حق ادا نہ ہوسکا راہ کے کانٹوں کا روش
ساتھ تھا قافلۂ گلبدناں کیا کہئے

نفس گلبدنوں پر فدا۔ لذتوں کا عاشق۔ اہل دل کے مجاہدات راہ کے کانٹے نظر آتے ہیں۔ جب دل صالح نہیں تو بدن کا کیا حال ہو! جب سارے ابدان سرچشمۂ فساد وشر بنے ہوں تو فساد زدہ قوم وملت کو اچانک کونسا معجزہ راہِ فلاح پر ڈال دے؟ کاش مفکر ملت ''اصلاح قلب'' پر توجہ فرماتے؟

فالی اللہ المشتکیٰ وھو المستعان

حضرت مولانا محمد اکرم رحیمی صاحب دامت برکاتہم

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہٗ

درسِ قرآن

(قسط سوم)

سود کیوں حرام ہے؟

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم ۔فان لم تفعلوا فأذنوا بحرب من اللّٰہ ورسولہٖ ج وان تبتم فلکم رءُوس اموالکم ج لاتظلمون ولاتظلمون ۝ وان کان ذوعسرۃ فنظرۃ الیٰ میسرۃ ۔وان تصدقوا خیر لکم ان کنتم تعلمون ۝ واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللّٰہ ۔ ثم توفیٰ کل نفس ما کسبت وھم لا یظلمون ۝ (البقرۃ)

پس اگر نہیں چھوڑتے تو تیار ہو جاؤ لڑنے کو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اگر توبہ کرتے ہو، تو تمہارے واسطے ہے اصل مال تمہارا نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ کوئی تم پر، اور اگر ہے تنگدست تو مہلت دینی چاہئے کشائش ہونے تک اور بخش دو تو بہت بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم کو سمجھ ہے، اور ڈرتے رہو اس دن سے کہ جس دن لوٹائے جاؤ گے اللہ کی طرف پھر پورا دیا جائے گا ہر شخص کو جو کچھ اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔“

اگر تم نے سود کو نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سُن لو، یہ وعید شدید ایسی ہے کہ کفر کے سوا اور کسی بڑے سے بڑے گناہ پر قرآن میں ایسی وعید نہیں آئی کہ اس آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا ہے:

وان تبتم فلکم رؤس اموالکم لا تَظلِمون ولا تُظلَمون ،یعنی اگر تم توبہ کرلو اور آئندہ کے لئے سود کی بقایا رقم چھوڑنے کا عزم کرلو تو تمہیں تمہارے اصل رأس المال مل جائیں گے، نہ تم اصل رأس المال سے زائد حاصل کر کے کسی پر ظلم کرنے پاؤ گے اور نہ کوئی اصل رأس مال میں کمی یا دیر کر کے تم پر ظلم کرنے پائے گا، اس میں اصل رأس المال دینے کو اس شرط کے ساتھ مشروط کیا ہے کہ تم توبہ کرلو اور آئندہ کو سود چھوڑنے کا عزم کرلو، تب اصل رأس المال ملے گا،

اس سے بظاہر اس طرف اشارہ ہوتا ہے کہ اگر سود چھوڑنے کا عزم کرکے توبہ نہ کی تو اصل رأس المال بھی نہ ملے گا، سو اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر مسلمان ہوجانے کے باوجود سود کو حرام ہی نہ سمجھے، اس لئے سود چھوڑنے کے لئے توبہ نہیں کرتا تب تو یہ شخص اسلام سے خارج اور مرتد ہوگیا، جس کا حکم یہ ہے کہ مرتد کا مال اس کی ملک سے نکل جاتا ہے، جو پھر زمانۂ اسلام کی کمائی ہے وہ اس کے مسلمان وارثوں کو مل جاتی ہے، اور جو کفر کے بعد کی کمائی ہے تو وہ بیت المال میں جمع کردی جاتی ہے، اس لئے سود سے توبہ نہ کرنا اگر حلال سمجھنے کی بناء پر ہو تو اس کو اصل رأس المال بھی نہ ملے گا، اور اگر حلال تو نہیں سمجھتا مگر عملاً باز نہیں آتا اور اس کے ساتھ جتھ بنا کر حکومتِ اسلامیہ کا مقابلہ کرتا ہے تو وہ باغی ہے، اس کا بھی سب مال ضبط کرکے بیت المال میں امانت رکھا جاتا ہے، کہ جب یہ توبہ کرلے تب اس کا مال اس کو واپس دیدیا جائے، شاید اس قسم کی جزئیات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے بصورتِ شرط فرمایا گیا، **وان تبتم فلکم رء وس اموالکم**، یعنی اگر تم توبہ نہ کروگے تو تمہارے رأس المال بھی ضبط ہوجائیں گے،

اس کے بعد چھٹی آیت میں سود خواری کی انسانیت سوز حرکت کے بالمقابل پاکیزہ اخلاق اور غریبوں اور ناداروں کے ساتھ مساہلت کے سلوک کی تعلیم دی جاتی ہے، ارشاد ہوتا ہے، **وان کان ذوعسرۃ فنظرۃ الی میسرۃ وان تصدقوا خیر لکم**، یعنی اگر تمہارا مدیون تنگدست ہو، تمہارا قرض ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو حکم شرعی یہ ہے کہ اس کو فراخی اور آسودگی کے وقت تک مہلت دی جائے، اور اگر تم اس کو اپنا قرض معاف ہی کردو تو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے۔

سودخواروں کی عادت تو یہ ہوتی ہے کہ اگر کوئی مدیون مفلس ہے اور میعاد مقررہ پر وہ قرض ادا نہیں کرسکتا تو سود کی رقم اصل میں جمع کرکے سود در سود کا سلسلہ چلاتے ہیں، اور سود کی مقدار بھی اور بڑھادیتے ہیں، یہاں احکم الحاکمین نے یہ قانون بنادیا کہ اگر کوئی مدیون واقعی مفلس ہے، ادائے قرض پر قادر نہیں تو اس کو تنگ کرنا جائز نہیں، بلکہ اس کو اس وقت تک مہلت دینی چاہئے جب تک کہ وہ ادا کرنے پر قادر نہ ہوجائے، ساتھ ہی اس کی ترغیب بھی دیدی کہ اس غریب کو اپنا قرض معاف کردو تو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے۔

یہاں معاف کرنے کو قرآن نے بلفظِ صدقہ تعبیر فرمایا ہے، جس میں اشارہ ہے کہ یہ معافی تمہارے لئے بحکم صدقہ ہوکر موجبِ ثواب عظیم ہوگی، نیز یہ جو فرمایا کہ معاف کردینا تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے، حالانکہ بظاہر تو ان کے لئے نقصان کا سبب ہے کہ سود تو چھوڑا ہی تھا اصل رأس المال بھی گیا، مگر قرآن نے اس کو بہتر فرمایا، اس کی دو وجہ ہیں، اول تو یہ کہ یہ بہتری اس دنیا کی چندروزہ زندگی کے بعد مشاہدہ میں آجائے گی، جب کہ اس حقیر مال کے بدلہ میں جنت کی دائمی نعمتیں اس کو ملیں گی۔

دوسرے شاید اس میں اس طرف بھی اشارہ ہو کہ دنیا میں بھی تمہیں اس عمل کی بہتری کا مشاہدہ ہوجائے گا، کہ تمہارے مال میں برکت ہوگی، برکت کی حقیقت یہ ہے کہ کہ تھوڑے میں مال میں کام بہت نکل جائیں، یہ ضروری نہیں کہ مال کی مقدار یا تعداد بڑھ جائے، سو یہ مشاہدہ ہے کہ صدقہ خیرات کرنے والوں کے مال میں بے شمار برکت ہوتی ہے، ان کے تھوڑے مال سے اتنے کام نکل جاتے ہیں کہ حرام مال والوں کے بڑے بڑے اموال سے وہ کام نہیں نکلتے۔

اور جس مال میں بے برکتی ہوتی ہے اس کا یہ حال ہوتا ہے کہ جس مقصد کے لئے خرچ کرتا ہے وہ مقصد حاصل نہیں ہوتا، یا غیر مقصود چیزوں میں مثلاً دواء علاج اور ڈاکٹروں کی فیسوں میں ایسے مالداروں کی بڑی بڑی رقمیں خرچ ہوجاتی ہیں، جس کا غریبوں کو کبھی سابقہ نہیں پڑتا، اول تو اللہ تعالیٰ ان کو تندرستی کی نعمت عطا فرماتے ہیں، کہ علاج میں کچھ خرچ کرنے کی ضرورت ہی نہ رہے، اور اگر کبھی بیماری آتی بھی تو معمولی اخراجات سے تندرستی حاصل ہوجاتی ہے، اس لحاظ سے مدیون مفلس کو قرض معاف کردینا جو بظاہر اس کے لئے نقصان دہ نظر آتا تھا، اس قرآنی تعلیم کے پیش نظر وہ ایک مفید ونافع کام بن گیا۔

مدیون مفلس کے ساتھ نرمی ومساہلت کی تعلیم کے لئے احادیثِ صحیحہ میں جو ارشادات وارد ہوئے ہیں، ان کے چند جملے سنئے، طبرانی کی ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ اس کے سر پر

اس روز اللہ کی رحمت کا سایہ ہو جبکہ اس کے سوا کسی کو کوئی سایہ سر چھپانے کے لئے نہ ملے گا تو اس کو چاہئے کہ تنگدست مقروض کے ساتھ نرمی اور مساہلت کا معاملہ کرے، یا اس کو معاف کر دے،

اسی مضمون کی حدیث صحیح مسلم میں بھی ہے، اور مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی مفلس مدیون کو مہلت دے گا تو اس کو ہر روز اتنی رقم کے صدقہ کا ثواب ملے گا، جتنی اس مدیون کے ذمہ واجب ہے، اور یہ حساب میعادِ قرض پورا ہونے سے پہلے مہلت دینے کا ہے، اور جب میعاد قرض پوری ہو جائے اور وہ شخص ادا کرنے پر قادر نہ ہو اس وقت اگر کوئی مہلت دے گا تو اس کو ہر روز اس کی دُوگنی رقم صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا۔

ایک حدیث میں کہ جو شخص یہ چاہے کہ اس کی دعاء قبول ہو یا اس کی مصیبت دور ہو تو اس کو چاہئے کہ تنگدست مدیون کو مہلت دیدے۔

اس کے بعد آخری آیت میں پھر روز قیامت کا خوف اور محشر کے حساب کتاب اور ثواب وعذاب کے ذکر پر احکام سود کی آیات کو ختم کیا، ارشاد فرمایا:

واتقوا یوما ترجعون فیه الی الله ثم توفی کلّ نفس ماکسبت وهم لا یظلمون۔ ''یعنی ڈرو اس روز سے جس میں تم سب اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی میں لائے جاؤ گے، پھر ہر شخص کو اپنے اپنے عمل کا پورا پورا بدلہ ملے گا''۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت نزول کے اعتبار سے سب سے آخری آیت ہے، اس کے بعد کوئی آیت نازل نہیں ہوئی، اس کے اکتیس روز بعد آنحضرت ﷺ کی وفات ہوگئی، اور بعض روایات میں صرف نو دن بعد وفات ہونا مذکور ہے۔

یہاں تک ربا کے احکام سے متعلقہ سورۂ بقرہ کی آیات کی تفسیر آئی ہے، ربا کی حرمت وممانعت پر قرآن کریم میں سورۂ بقرہ میں مذکورہ سات آیتیں اور سورۂ آلِ عمران میں ایک آیت، سورۂ نساء میں دو آیتیں آئی ہیں، اور ایک آیت سورۂ روم میں بھی ہے، جس کی تفسیر میں اختلاف ہے، بعض حضرات نے اس کو بھی سود بیاج کے مفہوم پر محمول کیا ہے، بعض نے دوسری تفسیر بیان کی

ہے، اس طرح قرآنِ حکیم کی دس آیتیں ہیں، جن میں سود و ربا کے احکام مذکور ہیں۔

سود کی پوری حقیقت بتلانے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان باقی آیات کا ترجمہ اور تفسیر بھی اسی جگہ لکھدی جائے جو سورۂ آلِ عمران اور سورۂ نساء اور سورۂ روم میں آئی ہے، تاکہ تمام آیات یک جا ہو کر رباء کی حقیقت سمجھنے میں آسانی ہو۔

آلِ عمران کی تیرہویں رکوع کی ایک سو تیسویں آیت یہ ہے:

یـا ایھـا الـذیـن اٰمـنوا لا تـاکلوا الـرّبٰوا اضعـافاً مضاعفة واتقوا اللّٰہ لعلکم تفلحون ٥ ''یعنی اے ایمان والو سود مت کھاؤ حصے سے زائد، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو، امید ہے کہ تم کامیاب ہو''۔

اس آیت کے نزول کا ایک خاص واقعہ ہے کہ جاہلیتِ عرب میں سود خوری کا عام طور پر یہ طریق تھا کہ ایک خاص میعاد معیّن کے لئے اُدھار سود پر دیا جاتا تھا، اور جب وہ میعاد آگئی اور قرضدار اس کی ادائیگی پر قادر نہ ہوا تو اس کو مزید مہلت اس شرط پر دی جاتی تھی کہ سود کی مقدار بڑھادی جائے، اسی طرح دوسری میعاد پر بھی ادائیگی نہ ہوئی تو سود کی مقدار اور بڑھادی، یہ واقعہ کتبِ تفسیر میں بالخصوص لبابُ النقول میں بروایت مجاہدؒ مذکور ہے۔

جاہلیتِ عرب کی اس ملت کُش رسم کو مٹانے کے لئے یہ آیت نازل ہوئی، اسی لئے اس آیت میں اَضْعَافًا مُّضَاعَفَۃً (یعنی کئی حصے زائد) فرما کر ان کے مروّجہ طریقہ کی مذمت اور ملت کُشی و خودغرضی پر تنبیہ فرما کر اس کو حرام قرار دیا، اس کے معنی یہ نہیں کہ اضعاف و مضاعف نہ ہو تو حرام نہیں، کیونکہ سورۂ بقرہ اور نساء میں مطلقاً ربا کی حرمت صاف صاف مذکور ہے، اضعاف و مضاعف ہو یا نہ ہو اس کی مثال ایسی ہے جیسے قرآن کریم میں جا بجا فرمایا گیا ہے **لا تشتروا باٰیاتی ثمناً قلیلاً** ''یعنی میری آیتوں کے بدلے میں تھوڑی سی قیمت مت لو'' اس میں تھوڑی سی قیمت اس لئے فرمایا کہ آیاتِ الٰہیہ کے بدلہ میں اگر ہفت اقلیم کی سلطنت بھی لے لے تو وہ تھوڑی ہی قیمت ہوگی، اس کے یہ معنی نہیں کہ قرآن کی آیات کے بدلے میں تھوڑی قیمت لینا حرام ہے اور زیادہ لینا جائز، اسی طرح اس آیت میں اَضْعَافًا مُّضَاعَفَۃً کا لفظ اُن کے شرمناک طریقہ پر فکر کرنے کے لئے لیا گیا، حرمت کی شرط نہیں۔

اور اگر سود کے مروّجہ طریقوں پر غور کیا جائے تو یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ جب سود خوری کی عادت پڑ جائے تو پھر وہ سود تنہا سود ہی نہیں رہتا، بلکہ لازماً اضعاف ومضاعف ہو جاتا ہے، کیونکہ جو رقم سود سے حاصل ہو کر سود خور کے مال میں شامل ہوئی تو اب اس سود کی زائد رقم کو بھی سود پر چلائے گا تو سود مضاعف ہو جائے گا، اور یہی سلسلہ آگے چلا تو اَضعافاً مُّضاعفۃً ہو جائے گا، اس طرح ہر سود اضعاف مضاعفہ بن کر رہے گا۔

اور سورۂ نسآء میں دو آیتیں سود کے متعلق یہ ہیں:

فبظلم من الذین هادوا حرمنا علیهم طیّبٰت اُحلت لهم و بصدهم عن سبیل اللّٰه کثیراً و اخذهم الرّبٰوا وقد نهوا عنه واکلهم اموال الناس بالباطل واعتدنا للکٰفرین منهم عذاباً الیماً ۝

"یعنی یہود کے انہی بڑے بڑے جرائم کے سبب ہم نے بہت سی پاکیزہ چیزیں جو ان کے لئے حلال تھیں ان پر حرام کر دیں، اور بسبب اس کے کہ وہ بہت آدمیوں کو رشد کی راہ سے مانع بن جاتے تھے، اور بسبب اس کے کہ وہ سود لیا کرتے تھے، حالانکہ ان کو ان سے ممانعت کی گئی تھی، اور بسبب اس کے کہ وہ لوگوں کا مال ناحق طریقے سے کھا جاتے تھے، اور ہم نے ان لوگوں کیلئے جو ان میں کافر ہیں دردناک سزا کا سامان مقرر کر رکھا ہے"۔

ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ شریعتِ موسویہ میں بھی سود حرام تھا، اور یہود نے جب اس کی مخالفت کی تو دنیا میں بھی ان کو یہ مناسب سزا دی گئی کہ انھوں نے حرصِ دنیا کی خاطر حرام کھانا شروع کر دیا، تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بعض حلال چیزیں بھی حرام فرما دیں،

اور سورۂ روم کے چوتھے رکوع کی انتالیسویں آیت میں ہے:

وما اٰتیتم من رّبا لّیربوا فی اموال الناس فلا یربوا عند الله وما اٰتیتم من زکوٰة تریدون وجه الله فاولئك هم المضعفون ۝

"یعنی جو چیز تم اس لئے دو گے کہ وہ لوگوں کے مال میں پہنچ کر زیادہ ہو جائے تو یہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا، اور جو زکوٰۃ دو گے جس سے اللہ کی رضا مطلوب ہو تو ایسے لوگ خدا کے پاس بڑھاتے رہیں گے"۔

بعض حضرات مفسرین نے لفظ ربا اور زیادتی پر نظر کر کے اس آیت کو بھی سود بیاج پر محمول فرمایا ہے، اور یہ تفسیر فرمائی ہے کہ سود بیاج کے لینے میں اگر چہ بظاہر مال کی زیادتی نظر آتی ہے، مگر درحقیقت وہ زیادتی نہیں، جیسے کسی شخص کے بدن پر ورم ہو جائے تو بظاہر وہ اس کے جسم میں زیادتی ہے، لیکن کوئی عقلمند اس کو زیادتی سمجھ کر خوش نہیں ہوتا، بلکہ اس کو ہلاکت کا مقدمہ سمجھتا ہے، اس کے بالمقابل زکوٰۃ وصدقات دینے میں اگر چہ بظاہر مال میں کمی آتی ہے، مگر درحقیقت وہ کمی نہیں بلکہ ہزاروں زیادتیوں کا موجب ہے، جیسے کوئی شخص مادۂ فاسد کے اخراج کے لئے مسہل لیتا ہے، یا فصد کھلوا کر خون نکلواتا ہے، تو بظاہر وہ کمزور نظر آتا ہے اور اس کے بدن میں کمی محسوس ہوتی ہے، مگر جاننے والوں کی نظر میں یہ کمی اس کی زیادتی اور قوت کا پیش خیمہ ہے۔

اور بعض علماءِ تفسیر نے اس آیت کو سود بیاج کی ممانعت پر محمول نہیں فرمایا، بلکہ اس کا یہ مطلب قرار دیا ہے کہ جو شخص کسی کو اپنا مال اخلاص ونیک نیتی سے نہیں، بلکہ اس نیت سے دے کہ میں اس کو یہ چیز دوں گا تو وہ مجھے اس کے بدلہ میں اس سے زیادہ دے گا، جیسے بہت سی برادریوں میں نوتہ (یعنی سلام) کی رسم ہے کہ وہ ہدیہ کے طور پر نہیں بلکہ بدلہ لینے کی غرض سے دی جاتی ہے، یہ دینا چونکہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے لئے نہیں بلکہ اپنی غرض کے لئے ہے اس لئے آیت میں فرمایا کہ اس طرح اگر چہ ظاہر میں مال بڑھ جائے مگر وہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا، ہاں جو زکوٰۃ صدقات اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے دیئے جائیں ان میں اگر چہ بظاہر مال گھٹتا ہے، مگر اللہ کے نزدیک وہ دوگنا اور چوگنا ہوتا جاتا ہے۔

اس تفسیر پر آیت مذکورہ کا وہ مضمون ہو جائے گا جو دوسری ایک آیت میں رسول کریم ﷺ کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا ہے، **ولا تمنن تستکثر** یعنی آپ ﷺ کسی پر احسان اس نیت سے نہ کریں کہ اس کے بدلہ میں کچھ مال کی زیادتی آپ ﷺ کو حاصل ہو جائے گی۔

اور سورۂ روم کی اس آیت میں بظاہر یہ دوسری تفسیر ہی راجح معلوم ہوتی ہے، اول تو اس لئے کہ سورۂ روم مکّی ہے، جس کے لئے اگرچہ ضروری نہیں کہ اس کی ہر آیت مکّی ہو، مگر غالب گمان مکّی ہونے کا ضرور ہے، جب تک اس کے خلاف کوئی ثبوت نہ ملے، اور آیت کے مکّی ہونے کی صورت میں اس کو حرمتِ سود کے مفہوم پر اس لئے محمول نہیں کیا جاسکتا کہ حرمتِ سود مدینہ میں نازل ہوئی ہے، اس کے علاوہ اس آیت سے پہلے جو مضمون آیا ہے اس سے بھی دوسری تفسیر ہی کا رجحان معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس سے پہلے ارشاد ہے:

فأت ذاالقربى حقه والمسكين وابن السبيل ذالك خير للذين يريدون وجه الله ط ''قرابت دار کو اس کا حق دیا کرو اور مسکین اور مسافر کو بھی، یہ ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو اللہ کی رضا کے طالب ہیں''۔

اس آیت میں رشتہ داروں اور مساکین اور مسافروں پر خرچ کرنے کے ثواب ہونے کے لئے یہ شرط لگائی گئی ہے کہ اس میں نیت اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کی ہو، تو اس کے بعد والی آیتِ مذکورہ میں اس کی توضیح اس طرح کی گئی کہ اگر مال کسی کو اس غرض سے دیا جائے کہ اس کا بدلہ اس کی طرف سے زیادہ ملے گا تو یہ رضا جوئی حق تعالیٰ کے لئے خرچ نہ ہوا اس لئے اس کا ثواب نہ ملے گا۔

بہر حال ممانعتِ سود کے مسئلہ میں اس آیت کو چھوڑ کر بھی مذکورۃ الصدر بہت سی آیتیں آئی ہیں، جن میں سے سورۂ آلِ عمران کی ایک آیت میں اضعاف ومضاعف سود کی حرمت بیان کی گئی ہے، اور باقی سب آیتوں میں مطلقِ سود کی حرمت کا بیان ہے، اس تفصیل سے یہ تو واضح ہو گیا کہ سود خواہ اضعاف ومضاعف اور سود در سود ہو یا اکہرا سود، بہر حال حرام ہے، اور حرام بھی ایسا شدید کہ اس کی مخالفت کرنے پر اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سنایا گیا ہے۔

(معارف القرآن جلد اول)

درسِ حدیث

از حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنی قدس سرہٗ

توبہ کا حکم اور طریقہ

عن الاغر المزنی قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ایھا الناس! توبوا الی اللہ، فانی اتوب الیہ فی الیوم مائۃ مرۃ۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت اغر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! اللہ کے حضور توبہ کرو، کیونکہ میں روزانہ سو مرتبہ اللہ کے حضور توبہ کرتا ہوں۔

اس حدیث مبارک میں حضور اقدس ﷺ نے توبہ کی طرف توجہ دلائی ہے چونکہ نفس وشیطان کے تقاضے پر لوگ گناہ کر بیٹھتے ہیں اس لئے توبہ کرتے رہنا از حد ضروری ہے، یہ اللہ جل شانہ کا انعام ہے کہ اس نے یہ قانون نہیں بنایا کہ گناہ پر ضرور ہی عذاب ہو، بلکہ جو شخص اللہ سے معافی مانگے اور اس کے حضور میں توبہ کرے جو سچے دل سے ہو تو اللہ جل شانہ اس کو معاف فرمادیتے ہیں اور قبول فرمالیتے ہیں، قرآن مجید میں ارشاد ہے:۔

وھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ ویعفوا عن السیئات ویعلم ما تفعلون ویستجیب الذین اٰمنوا وعملوا الصٰلحٰت ویزیدھم من فضلہ والکافرون لھم عذاب شدید۔

اور وہ ایسا ہے کہ بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور وہ تمام گناہ معاف فرمادیتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ اس کو جانتا ہے اور ان لوگوں کی عبادت قبول کرتا ہے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے اور ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ دیتا ہے اور جو لوگ کفر کر رہے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے۔

سورۂ نور میں توبہ کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

و[illegible]بوا الی اللہ جمیعاً ایّھا المؤمنون لعلکم تفلحون۔

اور[illegible] ملمانو! تم سب اللہ کے سامنے توبہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

سورۂ تحریم کے آخری رکوع میں ارشاد فرمایا۔

یا ایھا الذین امنوا توبوا الی اللّٰہ توبۃ نصوحا عسیٰ ربکم ان یکفر عنکم سیاٰتکم ویدخلکم جنت تجری من تحتھا الانھار یوم لا یخزی اللّٰہ النّبی والذین اٰمنوا معہ.

اے ایمان والو! تم اللہ کے آگے سچی توبہ کرو کہ تمہارا رب تمہارے گناہ معاف کردے گا اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جس دن اللہ تعالیٰ نبی کو اور جو مسلمان ان کے ساتھ ہیں ان کو رسوا نہ کرے گا۔

ان کے علاوہ متعدد آیات میں توبہ کا حکم اور توبہ کرنے والوں کی تعریف مذکور ہے۔ گناہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ تعداد میں زیادہ ہوں یا کم سب زہر ہیں۔ اسی لئے ضروری ہے کہ جیسے ہی کوئی گناہ ہوجائے سچے دل سے توبہ کی جائے صغیرہ گناہ تو نیکیوں کے ذریعہ بھی معاف ہوتے رہتے ہیں، لیکن کبیرہ تو صرف توبہ ہی سے معاف ہوتے ہیں، یوں تو اللہ تعالیٰ کو سب اختیار ہے کہ بغیر توبہ بھی سب معاف فرمادے، لیکن یقینی طور پر معاف ہونے کے لئے توبہ کرنا لازم ہے جب سچے دل سے توبہ کے طریقہ کے مطابق توبہ کرلی جائے تو ضرور قبول ہوتی ہے اور یہ سمجھ لینا چاہئے کہ صرف زبان سے توبہ توبہ کرنے سے توبہ نہیں ہوتی، توبہ تین چیزوں کا نام ہے۔

اول: جو گناہ ہوچکا اس پر نہایت سچے دل سے شرمندہ پشیمان اور نادم ہونا، اپنی حقیر ذات کو دیکھنا اور اللہ جل شانہٗ جو احکم الحاکمین ہیں اور ساری کائنات کے خالق و مالک ہیں، ان کی ذات رفیع کی طرف نظر کرنا کہ ہائے ہائے مجھ جیسے حقیر اور ذلیل سے ایسی ذات پاک کی نافرمانی ہوگئی جو سب سے بڑا ہے اور سب کو پیدا کرنے والا ہے۔

دوم: نہایت پختہ عزم کے ساتھ یہ طے کرلینا کہ اب آئندہ کبھی بھی کوئی گناہ نہیں کروں گا۔

سوم: جو چیزیں حقوق اللہ میں سے یا حقوق العباد میں سے قابل تلافی ہوں ان کی تلافی کرنا، اور یہ بات بہت اہم ہے، بہت سے لوگ توبہ کرتے ہیں، لیکن اس تیسرے جزو کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

حقوق اللہ کی تلافی

حقوق اللہ کی تلافی کا مطلب یہ ہے کہ بالغ ہونے کے بعد سے جن فرائض کو ترک کیا ہو اور جن واجبات کو چھوڑا ہو ان کی ادائیگی کرے، مثلاً حساب لگائے کہ جب سے میں بالغ ہوا میری کتنی نمازیں چھوٹی ہوئی ہیں۔ ان نمازوں کا اس قدر اندازہ لگائے کہ دل گواہی دیدے کہ اس سے زیادہ نہیں ہوں گی۔ پھر ان نمازوں کی قضاء پڑھے۔

قضاء نماز کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔ بس یہ دیکھ لے کہ سورج نکلتا چھپتا نہ ہو اور زوال کا وقت نہ ہو، سورج نکل کر جب ایک نیزہ بلند ہو جائے تو قضاء نمازیں اور نوافل سب، پڑھنا جائز ہو جاتا ہے اور نماز فجر کے بعد اور نماز عصر کے بعد بھی قضاء پڑھنا درست۔ ہے البتہ جب سورج غروب ہونے سے پہلے آفتاب میں زردی آجائے تو اس وقت قضا نہ پڑھے۔

ہر ایک دن کی پانچ فرض نمازیں اور تین رکعت نماز وتر یعنی کل بیس رکعت بطور قضا پڑھ لے اور یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ لمبے سفر میں (جو کم از کم اڑتالیس میل کا ہو) جو دو رکعت والی نمازیں قضاء ہوئی ہوں ان کی قضاء دو ہی رکعت ہے جیسا کہ سفر میں دو ہی رکعت واجب تھیں اگر چہ گھر میں ادا کر رہا ہو۔

اور یہ بھی سمجھ لینا ضروری نہیں ہے کہ جو نمازیں قضاء ہوئی ہوں تعداد میں سب برابر ہوں کیونکہ بعض لوگ نماز نہیں پڑھتے بھی رہتے ہیں چھوڑتے بھی رہتے ہیں۔ بہت سے لوگ سفر میں نماز نہیں پڑھتے عام حالات میں پڑھ لیتے ہیں اور بہت سے لوگ مرض میں نماز چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ کچھ لوگوں کی فجر کی نماز زیادہ قضا ہو جاتی ہے۔ کچھ لوگ عصر کی نمازیں زیادہ قضا کر دیتے ہیں۔ پس جو نماز جس قدر قضا ہوئی ہوں اس کا زیادہ سے زیادہ اندازہ لگا کر وہ نماز پڑھ لی جائے۔

عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ ظہر کی قضا نماز ظہر ہی میں پڑھی جائے اور عصر کی نماز عصر ہی میں پڑھی جائے یہ درست نہیں ہے۔ جس وقت کی جس وقت چاہیں ادا کر سکتے ہیں اور ایک دن میں کئی دن کی نمازیں بھی ادا ہو سکتی ہیں۔ اگر قضا نمازیں پانچ سے زیادہ ہو جائیں تو ترتیب واجب نہیں رہتی جونسی نماز پہلے پڑھ لی جائے درست ہو جائے گی مثلاً اگر عصر کی نماز پہلے پڑھ لی اور ظہر کی بعد میں پڑھی تو اس طرح بھی ادائیگی ہو جائے گی۔

بہت سے لوگ نفلوں کا اہتمام کرتے ہیں اور برس ہا برس کی قضا نمازیں ان کے ذمہ ہیں ان کو ادا نہیں کرتے یہ بہت بڑی بھول ہے نفلوں اور غیر مؤکدہ سنتوں کی جگہ بھی قضا نمازیں ہی پڑھ لیا کریں اور ان کے علاوہ بھی قضا نمازوں کے لئے وقت نکالیں۔ اگر پوری قضا نمازوں کے ادا کئے بغیر موت آگئی تو مواخذہ کا سخت خطرہ ہے۔

جب نمازوں کی تعداد کا بہت احتیاط کے ساتھ اندازہ لگا لیا تو چونکہ ہر نماز کثیر تعداد میں ہے

اور دن تاریخ یاد نہیں اس لئے حضرات فقہاء کرام نے آسانی کے لئے یہ طریقہ بتایا ہے کہ جب بھی کوئی نماز پڑھنے لگے تو یوں نیت کرلیا کرے کہ میرے ذمہ (مثلاً) ظہر کی جو سب سے پہلی فرض نماز ہے اس کو اللہ کے لئے ادا کرتا ہوں۔ جب بھی نماز ظہر ادا کرنے لگے اسی طرح نیت کرلیا کرے اور دیگر نمازوں میں بھی اسی طرح نیت کرے ایسا کرنے سے ترتیب قائم رہے گی۔ کیونکہ اگر کسی کے ذمہ ظہر کی ایک ہزار نمازیں قضا تھیں تو ہزارویں نماز (ابتداء کی جانب) سب سے پہلی نماز تھی اور اس کے پڑھنے کے بعد اس کے بعد والی سب سے پہلی ہوگی۔ اور جب تیسری بھی پڑھ لی جائے گی تو اس کے بعد والی سب سے پہلی ہوگی اس کو خوب سمجھ لو۔

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جمعۃ الوداع یا کسی اور دن یا رات میں قضا عمری کے نام سے دو رکعت پڑھنے سے سب چھوٹی ہوئی نمازیں ادا ہوجاتی ہیں یہ بالکل غلط ہے۔

زکوٰۃ کی ادائیگی

اسی طرح زکوٰۃ کے بارے میں خوب غور کریں کہ مجھ پر زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں؟ اور اگر فرض ہوئی ہے تو ہر سال پوری ادا ہوئی ہے یا نہیں؟ جتنے سال کی زکوٰۃ بالکل ہی نہ دی ہو یا کچھ دی ہو اور کچھ نہ دی ہو ان سب کا اس طرح اندازہ لگائے کہ دل گواہی دیدے کہ اس سے زیادہ مال زکوٰۃ کی ادائیگی مجھ پر واجب نہیں ہے۔ پھر اسی قدر مال زکوٰۃ مستحقین زکوٰۃ کو دیدے۔ خواہ ایک کو ہی دیدے خواہ تھوڑا تھوڑا کر کے دیدے۔ اگر مقدور ہو تو جلد سے جلد سب کی ادائیگی کردے ورنہ جس قدر ممکن ہو ادا کرتا رہے اور پختہ نیت رکھے کہ پوری ادائیگی زندگی میں ضرور کردوں گا اور جب بھی مال میسر آجائے ادائیگی میں کوتاہی نہ کرے اور دیر نہ لگائے۔

صدقۂ فطر بھی واجب ہے اور جو کوئی شئی نذر مان لے وہ بھی واجب ہوجاتا ہے ان میں سے جس کی بھی ادائیگی نہ کی ہو اس کی ادائیگی کرے۔

واضح رہے کہ گناہ کی نذر ماننا گناہ ہے اور اس کا پورا کرنا بھی گناہ ہے اگر ایسا کوئی واقعہ ہو تو علماء سے اس کا حکم معلوم کرلیں۔

روزوں کی قضا

اسی طرح روزوں کا حساب کرے کہ بالغ ہونے کے بعد فرض روزے جو چھوڑے ہیں یا سفر یا مرض کی وجہ سے چھوڑے ہیں ان سب روزوں کا حساب کر کے سب کی قضاء رکھے (قضاء رکھنے کے مسائل علماء سے معلوم کرلیں) عورتوں کے ساتھ ہر مہینے والی مجبوری لگی ہے۔ اس مجبوری کے زمانہ کو عام طور سے ماہواری کے دن کہتے ہیں۔ ان دنوں میں شرعاً نماز پڑھنا، روزہ رکھنا جائز نہیں ہے۔ شریعت نے ان دنوں کی نمازیں بالکل ہی معاف کردی ہیں لیکن ان دنوں میں فرض روزے جو چھوڑ دیئے جاتے ہیں بعد میں ان کی قضا رکھنا فرض ہے لیکن بہت سی عورتیں اس میں کمزوری دکھاتی ہیں اور بعد میں مذکورہ روزوں کی قضا نہیں رکھتیں جس کی وجہ سے بہت سی عورتوں پر کئی کئی سال کے روزوں کی قضا لازم ہو جاتی ہے۔ خوب صحیح اندازہ کر کے جس سے یقین ہو جائے کہ زیادہ سے زیادہ اتنے روزے ہوں گے ان سب کی قضا رکھ لیں بالغ ہونے کے بعد سے اب تک جتنے بھی روزے فرض خواہ کسی بھی وجہ سے رہ گئے ہوں سب کی قضا رکھے۔ مرد ہو یا عورت سب پر ان کی ادائیگی لازم ہے۔

حج بیت اللہ کی ادائیگی

حج بھی بہت سے مردوں اور عورتوں پر فرض ہو جاتا ہے لیکن حج نہیں کرتے جن پر حج فرض ہو یا پہلے کبھی ہو چکا تھا اور مال کو دوسرے کاموں میں لگا دیا وہ حج کرنے کی فکر کریں۔ جس طرح ممکن ہو اس فریضے کا بوجھ اپنے ذمہ سے ساقط کردیں۔

اگر کسی پر حج فرض ہوا اور اس نے حج نہیں کیا اور اتنی زیادہ عمر ہوگئی کہ سخت مرض یا بہت زیادہ بڑھاپے کی وجہ سے حج کے سفر سے عاجز اور موت تک سفر کے قابل ہونے کی امید نہ ہو تو ایسا شخص کسی کو بھیج کر اپنی طرف سے حج بدل کرادے۔

اگر زندگی میں نہ کرا سکے تو وارثوں کو وصیت کردے کہ اس کے مال سے حج کرائیں لیکن اصول شریعت کے مطابق وصیت صرف تہائی مال میں جاری ہوسکتی ہے۔ ہاں اگر بالغ ورثاء اپنے حصہ میں سے بخوشی مزید دینا گوارہ کریں تو ان کو اختیار ہے۔ (اصلاحی مقالات)

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

انوارِ سنت

متفرق سنتیں

سنت: کسی قوم کا آبرودار آدمی ہو تو اس کے ساتھ عزت سے پیش آنا۔

سنت: اپنے اوقات میں سے کچھ وقت اللہ کی عبادت کے لئے کچھ گھر والوں کے حقوق ادا کرنے کے لئے جیسے ان سے ہنسنا بولنا اور ایک حصہ اپنے بدن کی راحت کے لئے نکالنا۔

سنت: سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتے رہنا۔ پڑوسی کے ساتھ احسان کرنا، بڑوں کی عزت کرنا، چھوٹوں پر رحم کرنا۔

سنت: کوئی رشتہ دار بدسلوکی کرے اس کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش آنا۔

سنت: جب بچہ پیدا ہو تو اس کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر کہنا جب سات روز کا ہو جائے اس کا اچھا سا نام رکھنا، کسی بزرگ سے چھوارہ چبوا کر بچہ کے منہ میں ڈالنا یا چٹانا۔

سنت: پڑوسی کو اپنی ایذا سے بچانا اس سے اچھی بات کہنا ورنہ خاموش رہنا۔

سنت: صلہ رحمی کرنا۔

سنت: زیرِ ناف، بغل اور ناک کے بال لینا چالیس روز گزر جائے اور صفائی نہ کرے تو گناہ گار ہوگا۔

سنت: ایک مشت سے زائد ڈاڑھی رکھنا یا ایک مشت رکھنا مونچھوں کو کتروانا، کتروانے میں مبالغہ کرنا۔

سنت: جو لوگ دنیا کے اعتبار سے سردار ہیں ان کی طرف خیال رکھنا۔

سنت: بائیں جانب تکیہ لگانا۔

سنت: بیوی کا دل خوش کرنے کے لئے اس سے مزاح کرنا اور ہنسی کی بات کرنا بھی سنت ہے۔

سنت: بعد نمازِ فجر اشراق تک آپ مسجد میں مربّع (آلتی پالتی) بیٹھتے تھے نیز اپنے اصحاب میں بھی آپ ؐ مربّع بیٹھتے تھے۔ البتہ چھوٹوں کو بڑوں کے سامنے دوزانو بیٹھنا اقرب الی التواضع لکھا ہے۔

سنت: اپنے بھائی مسلمان سے کشادہ چہرہ سے ملنا اور اپنی جگہ سے کسی قدر ہٹ جانا اس کے بٹھانے کے لئے اگر ذرا ہی متحرک ہو جانا ہو، سنت ہے۔

سنت: سواری پر اس کے مالک کو آگے بیٹھنے کے لئے کہنا اور بدون اس کی صریح اجازت آگے نہ بیٹھنا سنت ہے۔ (رسول اللہ ﷺ کی سنتیں)

دعا کرتے جارہے تھے اور آنکھیں برس رہی تھیں

ابن سعدؒ نے سائب بن یزیدؓ سے نقل فرمایا ہے کہ وہ کہتے ہیں: وہ سال مسلمانوں پر بڑا شدید اور تنگی وقحط سالی کا سال تھا، جب ایک روز میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو اس حال میں دیکھا کہ ان کے کپڑے بوسیدہ تھے، ان کی چادر بمشکل ان کے گھٹنوں تک پہنچ رہی تھی، اور وہ نہایت عاجزی اور انکساری کے ساتھ گڑگڑاتے ہوئے، بلند آواز میں استغفار پڑھ رہے تھے انکی آنکھیں ان کے گالوں پر آنسوؤں کی برسات کررہی تھیں اور ان کے داہنے ہاتھ پر عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کھڑے تھے۔

اُس روز انہوں نے جو دعا مانگی تو قبلہ رخ کھڑے ہوئے اور اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کے اپنے پروردگار کے سامنے گڑگڑانے لگے، تو لوگ بھی ان کے ساتھ دعا میں شریک ہوگئے، پھر انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھاما اور دعا کی اے اللہ آپ کے دربار میں ہم آپ کے عمِ رسول ﷺ کے وسیلہ سے آپ سے شفاعت طلب کررہے ہیں، حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان کے پہلو میں کھڑے (آمین) کہتے رہے، دعا کرتے رہے اور ان کی آنکھیں اشکوں کی برسات کرتی رہیں۔ (حکیمانہ اقوال)

ملفوظات

حضرت محی السنۃ مولانا شاہ ابرار الحق صاحب قدس اللہ سرہٗ

ارشاد فرمایاکہ مرشد کا انتخاب اور رجوع مناسبت پر ہے نہ کمالات پر لیکن غیر متبع سنت پیروں سے رجوع ہر حال میں ناجائز ہے۔

ارشاد فرمایاکہ جہاں دین کی طلب نہ ہو وہاں خود سفر کر کے جانا چاہئے کیونکہ سونے والوں کو جگانے کے لئے جانا پڑتا ہے اور جہاں طلب ہو ان کو خود آنا چاہئے۔ عام طور پر لوگ بزرگوں کے آخری حالات پر قیاس کرتے ہیں کہ جب ان کی طرف مرجوعہ ہوگیا اور لوگ جوق در جوق ان کے پاس آنے لگے مگر انکو ابتدائی مشقتوں کی خبر نہیں ہے کہ شروع میں کیا کیا مشقت اور محنت برداشت کی ہے اسی سبب سے حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو بزرگوں کے آخری حالات کو دیکھتا ہے کہ خوب آرام سے ہیں دستر خوان پر مرغ کھا رہے ہیں۔ گاؤ تکیہ ہے اور مجلس ہو رہی ہے وہ خراب ہو جاتا ہے اور عیش طلب ہو جاتا ہے اور جو بزرگوں کے ابتدائی حالات پر نگاہ رکھتا ہے اور ان کی ابتدائی دینی محنتیں۔ پیدل چل چل کر بستی والوں میں وعظ کہنا وغیرہ۔ ان حالات پر نظر رکھ کر جو کام کرتا ہے وہ کامیاب ہو جاتا ہے۔ طالب مقدم ہوتا ہے غیر طالب پر پس اگر طالبین دور رہتے ہیں تو وہاں سفر کر کے جانا پڑے گا طالب کا نفع یقینی ہوتا ہے اور غیر طالب کا موہوم۔ سورہ عبس میں اسی کو بیان فرمایا گیا ہے۔

زمین کی تین قسمیں ہوتی ہیں اعلیٰ، دوم، سوم، تو سب سے پہلے اعلیٰ زمین تر تخم پاشی کی جائے گی پھر دوم پر پھر سوم پر۔ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ اعظم گڈھ خود سے تشریف لے جاتے تھے۔ وہاں ایک مسجد میں ٹھہر جاتے اور شام کو واپس آجاتے اس طرح عرصے تک مجاہدہ کے بعد وہاں کے لوگ متوجہ ہونے لگے۔ جب اللہ والوں کے پاس بیٹھنے سے سکون ملتا ہے تو پھر لوگ آہستہ آہستہ ان کے گرد پروانوں کی طرح جمتے جاتے ہیں۔

از مرتب عفی عنہ:۔ احقر حیدر آباد (پاکستان) ہر ماہ دو تین دن کے لئے حضرت اقدس ہردوئی کی دعاؤں کی برکت سے حاضر ہوا کرتا ہے۔ کراچی سے حیدر آباد سو میل کی مسافت ہے تقریباً تین سال سے یہ معمول ہے۔ بعض احباب نے فرمایا کہ بدون بلائے جاتے ہو۔ کیا کوئی تم کو لینے کے لئے وہاں سے آتا ہے۔ عرض کیا کہ نہیں بھائی احقر اپنی سعادت سمجھ کر از خود ہی گھر سے بے گھر ہوتا ہے اور اس طرح وہاں کے کافی احباب اس عبد حقیر سے دین سیکھنے لگے۔ جگہ جگہ پیاسے موجود ہیں صحیح رہنمائی کی ضرورت ہے۔

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد بسا کیں دولت از گفتار خیزد

ترجمہ: محبت کے لئے دیدار شرط نہیں یہ دولت اکثر کثرت ذکر محبوب سے بھی حاصل ہو جاتی ہے۔

پس حق تعالیٰ کی محبت کا بیان کثرت سے کرنے سے ارواح کی وہ پرانی چوٹ اُبھر آتی ہے جو عالم ازل میں الستُ سے لگائی گئی تھی۔

دل ازل سے ہے کوئی آج کا شیدائی ہے
تھی جو اک چوٹ پرانی وہ اُبھر آئی ہے

حضرت اقدس ہردوئی کے اس ملفوظ (نمبر:۷۲) سے احقر کو اپنے دینی اسفار کے بارے میں بڑی ہی تسلی اور تقویت ہوئی اور حضرت اقدس ہردوئی، احباب حیدر آباد کے اجتماع اور ان کی پُر خلوص محبت سے نہایت مسرور اور متاثر ہوئے۔ احقر اسی دینی سفر کے سلسلے میں ملتان، سکھر، لاہور اور ٹکسلا بھی حاضر ہوا، ٹکسلا میں قیام طویل ہوا وہاں متعدد حضرات کو بہت نفع ہوا۔ اس واقعہ کو سن کر حضرت اقدس ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ جس بستی میں کام کیا جائے جلد اس بستی سے آگے نہ بڑھیں چنانچہ ان حضرات نے یہ بھی فرمایا کہ ہم لوگ دعا کیا کرتے تھے کہ حق تعالیٰ ہم کو کوئی دین کا راستہ دکھانے والا عطا فرما۔ احقر نے اسی سفر میں یہ اشعار بھی کہے تھے۔ وہ یہ ہیں۔

ہر ایک ذرہ میں اس کو ہی دیکھتا ہوں میں
دلیل صانع کی صنعت میں دیکھتا ہوں میں
کبھی چمن میں پھرا اور کبھی بیاباں میں
جہاں گیا ہوں اسی کو تو ڈھونڈتا ہوں میں
سمجھ کے دوستو میں بوئے پیرہن اس کا
چمن میں لالہ و سوسن کا سونگھتا ہوں میں
میں اس کے نام کی لذت کو کیا بیاں کرتا
زبان عشق کی حیرت کو دیکھتا ہوں میں
میں اپنے گھر سے ہوا ہوں جو اس طرح بے گھر
خدا کے چاہنے والوں کو ڈھونڈتا ہوں میں
کبھی نہ کر سکے کیوں شرح درد پنہانی
ہر ایک لفظ و معانی سے پوچھتا ہوں میں
نہ جانے اس سے تو کیا مانگتی ہے خلق مگر
اسی کو اس سے فقط دل سے مانگتا ہوں میں
ورائے عقل ہے جب درد کا مقام اختر
کیوں اس کو اہل خرد سے بھی پوچھتا ہوں میں

(اہل خرد سے مراد: ناقص عقل اور غافل از آخرت ہے)

حضرت اقدس ہردوئی کے بارے میں حضرت والا کے بعض احباب سے احقر کو علم ہوا کہ حضرت ابتدائی زمانے میں ۱۰ میل کبھی ۱۳ میل کبھی کبھی ۲۰ میل دیہی بستیوں میں وعظ کے لئے پیدل سفر فرماتے اور رفقاء سے فرماتے کہ یہ گرد وغبار راہ حق میں جو قدموں پر لگ رہی ہے دوزخ کی آگ سے محفوظ ہو رہے ہیں۔

بزرگوں کے ابتدائی دور کی محنتوں سے بے خبری واقعی ان کے مقامات کی رفعت سے بے خبری کا سبب بن جاتی ہے۔ (مجالس ابرار)

شیخ الاسلام مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم العالی

نیکیوں میں صحابہ کی دوڑ

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو دیکھئے کہ غزوہ تبوک کے موقع پر انہوں نے کیا کیا، غزوہ تبوک بڑا کٹھن غزوہ تھا۔ ایسا صبر آزما غزوہ اور ایسی صبر آزما مہم شاید کوئی اور پیش نہیں آئی جیسی غزوہ تبوک کے موقع پر پیش آئی، سخت گرمی کا موسم، وہ موسم جس میں آسمان سے شعلے برستے ہیں، زمین آگ اگلتی ہے اور تقریباً بارہ سو کلومیٹر کا صحرائی سفر، اور کھجوریں پکنے کا زمانہ، جس پر سارے سال کی معیشت کا دارومدار ہوتا ہے، سواریاں میسر نہیں، پیسے موجود نہیں، اور اس وقت میں یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ ہر مسلمان کے لئے نفیر عام ہے کہ وہ اس غزوہ میں چلے، اور اس میں شریک ہو، اور نبی کریم ﷺ نے مسجد نبویؐ میں کھڑے ہو کر اعلان فرمایا کہ یہ غزوہ کا موقع ہے، اور سواریوں کی ضرورت ہے، اونٹنیاں چاہئیں، گھوڑوں کی ضرورت ہے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ بڑھ چڑھ کر اس میں چندہ دیں، اور جو شخص اس میں چندہ دیگا، میں اس کے لئے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ اب صحابہ کرام کہاں پیچھے رہنے والے تھے، جبکہ خود نبی کریم ﷺ کی زبان سے یہ جملہ سن لیں کہ ان کے لئے جنت کی ضمانت ہے، اب ہر شخص اپنی استطاعت کے مطابق چندہ دے رہا ہے، کوئی کچھ لا رہا ہے، کوئی کچھ لا رہا ہے، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے گھر گیا، اور میں نے اپنے گھر کا جتنا کچھ ساز و سامان روپیہ پیسہ تھا وہ آدھا آدھا تقسیم کر دیا، اور پھر آدھا حصہ لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں چلا گیا، اور دل میں خیال آنے لگا کہ آج وہ دن ہے کہ شاید میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے آگے نکل جاؤں۔ یہ جو جذبہ پیدا ہو رہا ہے کہ میں ان سے آگے بڑھ جاؤں، یہ ہے ”مسابقت الی الخیر“ کبھی ان کے دل میں یہ جذبہ پیدا نہیں ہوا کہ میں عثمان غنی سے پیسے میں آگے بڑھ جاؤں۔ کبھی یہ جذبہ پیدا نہیں ہوا کہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے پاس بہت پیسے ہیں، ان سے زیادہ پیسے مجھے حاصل ہو جائیں، لیکن یہ جذبہ پیدا ہوا کہ صدیق اکبرؓ کو اللہ

تعالیٰ نے نیکی کا جو مقام بخشا ہے، ان سے آگے بڑھ جاؤں۔۔۔۔ تھوڑی دیر میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی تشریف لائے، اور جو کچھ تھا حاضر کر دیا، سرکار دو عالم ﷺ نے پوچھا: اے عمرؓ! گھر میں کیا چھوڑ آئے ہو؟ حضرت عمرؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! آدھا مال گھر والوں کے لئے چھوڑ دیا، اور آدھا غزوہ کے لئے اور جہاد کیلئے لے آیا ہوں، آپؐ نے ان کو دعائیں دیں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے مال میں برکت دے۔ اس کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کہ تم نے اپنے گھر میں کیا چھوڑا؟ کہا: یا رسول اللہؐ! گھر میں اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ آیا ہوں، جو کچھ گھر میں تھا سارا کا سارا سمیٹ کر یہاں لے آیا ہوں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس دن مجھے پتہ چلا کہ میں چاہے ساری عمر کوشش کرتا رہوں لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔

ایک مثالی معاملہ

ایک مرتبہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: آپ میرے ساتھ ایک معاملہ کریں تو میں بڑا احسان مند ہوں گا۔ انہوں نے پوچھا: کیا معاملہ؟ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: میری ساری عمر کی جتنی نیکیاں ہیں، جتنے اعمال صالحہ ہیں، وہ سب مجھ سے لے لیں، اور وہ ایک رات جو آپ نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ غار ثور میں گزاری، وہ مجھے دے دیں (یعنی وہ ایک رات جو آپ نے نبی ﷺ کے ساتھ غار ثور میں گزاری، وہ میرے سارے اعمال پر بھاری ہے) حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بھائی وہی ایک عمل تو میرے پاس ہے وہ بھی دیدوں تو میرا کیا ہوگا؟ غرض یہ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زندگی کو دیکھیں تو کہیں یہ بات نظر نہیں آتی کہ یہ سوچیں کہ فلاں نے اتنے پیسے جمع کر لئے، میں بھی جمع کرلوں۔ فلاں کا مکان بڑا شاندار ہے، میرا بھی ویسا ہو جاتا۔ فلاں کی سواری بہت اچھی ہے، ویسی مجھے بھی مل جاتی۔ لیکن اعمال صالحہ میں مسابقت نظر آتی ہے، اور آج ہمارا معاملہ بالکل الٹا چل رہا ہے، اعمال صالحہ میں آگے بڑھنے کی کوئی فکر نہیں، اور مال کے اندر صبح سے لے کر شام تک دوڑ ہو رہی ہے، اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی فکر میں ہیں۔

ہمارے لئے نسخہ اکسیر

نبی کریم ﷺ نے ایک عجیب ارشاد فرمایا، جو ہمارے لئے نسخہ اکسیر ہے، فرمایا کہ: دنیا کے معاملے میں ہمیشہ اپنے سے نیچے والے کو دیکھو، اور اپنے سے کمتر حیثیت والوں کے ساتھ رہو۔ ان کی صحبت اختیار کرو، اور ان کے حالات کو دیکھو، اور دین کے معاملے میں ہمیشہ اپنے سے اونچے آدمی کو دیکھو، اور ان کی صحبت اختیار کرو۔ کیوں؟ اس لئے کہ جب دنیا کے معاملے میں اپنے سے کمتر لوگوں کو دیکھو گے تو جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے تمہیں دی ہیں، ان نعمتوں کی قدر ہوگی کہ یہ نعمت اس کے پاس نہیں ہے، اور اللہ تعالیٰ نے مجھے دے رکھی ہے، اور اس سے قناعت پیدا ہوگی شکر پیدا ہوگا اور دنیا طلبی کی دوڑ کا جذبہ ختم ہوگا، اور دین کے معاملے میں جب اوپر والوں کو دیکھو گے کہ یہ شخص تو دین کے معاملے میں مجھ سے آگے بڑھ گیا تو اس وقت اپنی کمی کا احساس پیدا ہوگا، اور آگے بڑھنے کی فکر پیدا ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن مبارک نے کیسے راحت حاصل کی

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ جو محدث بھی ہیں، فقیہ بھی ہیں، صوفی بھی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی زندگی کا ابتدائی حصہ مالداروں کے ساتھ گزارا (خود بھی مالدار تھے) صبح سے شام تک مالداروں کے ساتھ رہتا تھا، لیکن جب تک مالداروں کی صحبت میں رہا، مجھ سے زیادہ غمگین انسان کوئی نہیں تھا، کیونکہ جہاں جاتا ہوں، یہ دیکھتا ہوں کہ اس کا گھر میرے گھر سے اچھا ہے، اس کی سواری میری سواری سے اچھی ہے، اس کا کپڑا میرے کپڑے سے اچھا ہے۔ ان چیزوں کو دیکھ دیکھ کر میرے دل میں کڑھن پیدا ہوتی تھی کہ مجھے تو ملا نہیں اور اس کو مل گیا۔ لیکن بعد میں دنیاوی حیثیت سے جو کم مال والے تھے، ان کی صحبت اختیار کی، اور ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے لگا تو فرماتے ہیں "فاسترحت" یعنی میں راحت میں آگیا، اس واسطے کہ جس کو بھی دیکھتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ میں تو بہت خوشحال ہوں، میرا کھانا بھی اس کے کھانے سے اچھا ہے، میرا کپڑا بھی اس کے کپڑے سے اچھا ہے میرا گھر بھی اس کے گھر سے اچھا ہے میری سواری بھی اس کی سواری سے اچھی ہے، اس واسطے میں اب الحمد للہ راحت میں آگیا ہوں۔

ورنہ کبھی قناعت حاصل نہیں ہوگی

یہ نبی کریم ﷺ کے ارشاد پر عمل کرنے کی برکت ہے، کوئی شخص تجربہ کرکے دیکھ لے۔ دنیا کے اندر اپنے سے اونچے کو دیکھتے رہو گے تو کبھی پیٹ نہیں بھرے گا، کبھی قناعت حاصل نہیں ہوگی، کبھی آنکھوں کی سیری نصیب نہیں ہوگی، ہر وقت یہی فکر ذہن پر سوار رہے گی جس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

لو کان لابن آدم وادیاً من ذھب أحب أن یکون له وادیان.

اگر ابن آدم کو ایک وادی سونے کی بھر کر مل جائے تو وہ یہ کہے گا کہ دو وادیاں مل جائیں، اور جب دو مل جائیں گی تو کہے گا کہ تین مل جائیں، اور اسی طرح پوری زندگی اسی دوڑ میں صرف ہو جائے گی، اور کبھی راحت کی منزل پر، قناعت اور سکون کی منزل پر پہنچ نہیں پائے گا۔

مال و دولت کے ذریعہ راحت نہیں خریدی جاسکتی۔

میرے والد حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہ کیا اچھی بات فرمایا کرتے تھے، لوح دل پر نقش کرنے کے قابل ہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ: راحت اور آرام اور چیز ہے اور اسباب راحت اور چیز ہیں۔ اسباب راحت سے راحت حاصل ہونا کوئی ضروری نہیں ''راحت'' اللہ جل جلالہ کا عطیہ ہے، اور ہم نے آج اسباب راحت کا نام راحت رکھ دیا ہے۔ بہت سارا روپیہ رکھا ہو تو کیا بھوک کے وقت وہ اس کو کھالے گا؟ کیا اگر کپڑے کی ضرورت ہوگی تو اسی کو پہن لے گا؟ کیا گرمی لگنے کے وقت وہ پیسہ اس کو ٹھنڈک پہنچائے گا؟ بذات خود نہ تو یہ پیسہ راحت ہے، اور نہ ہی اس کے ذریعہ تم راحت خرید سکتے ہو۔ اور اگر اس کے ذریعے تم نے اسباب راحت خرید بھی لئے۔ مثلاً آرام کے خاطر تم نے اس کے ذریعہ کھانے پینے کی چیزیں خریدلیں، اچھے کپڑے خرید لئے، گھر کی سجاوٹ کا سامان خرید لیا، لیکن کیا راحت حاصل ہوگی؟ یاد رکھو، محض ان اسباب کو جمع کر لینے سے راحت کا مل جانا کوئی ضروری نہیں، اس لئے کہ ایک شخص کے پاس راحت کے تمام

اسباب موجود ہیں، لیکن صاحب بہادر کو گولی کھائے بغیر نیند نہیں آتی بستر آرام دہ، ایرکنڈیشنڈ کمرہ اور نوکر چاکر سبھی کچھ موجود ہیں، لیکن نیند نہیں آرہی ہے اب بتاؤ، اسباب راحت سارے موجود، لیکن نیند ملی؟ راحت ملی؟ اور ایک وہ شخص ہے جس کے گھر پر نہ تو پکی چھت ہے، بلکہ ٹین کی چادر ہے، نہ چارپائی ہے، بلکہ فرش پر سو رہا ہے، لیکن بس ایک ہاتھ اپنے سر کے نیچے رکھا، اور سیدھا نیند کے اندر گیا، اور آٹھ گھنٹے کی بھرپور نیند لے کر صبح کو بیدار ہوا، بتاؤ راحت اِس کو ملی یا اُس کو ملی؟ اس کے پاس اسباب راحت موجود تھے، لیکن راحت نہیں ملی، اور اس مزدور کے پاس اسباب راحت موجود نہیں تھے۔ لیکن راحت مل گئی۔ یاد رکھو! اگر دنیا کے اسباب جمع کرنے کی فکر میں لگ گئے، اور دوسروں سے آگے بڑھنے کی فکر میں لگ گئے، تو خوب سمجھ لو کہ اسباب راحت تو جمع ہو جائیں گے، لیکن راحت پھر بھی حاصل نہ ہوگی۔

وہ دولت کس کام کی جو اولاد کو باپ کی شکل نہ دکھا سکے

حضرت والد قدس اللہ سرہٗ کے زمانے میں ایک صاحب تھے، بہت بڑے مل اونر، اور انکا کاروبار یہاں صرف پاکستان میں ہی نہیں تھا، بلکہ مختلف ممالک میں ان کا کاروبار پھیلا ہوا تھا۔ ایک دن ویسے ہی والد صاحب نے پوچھا کہ آپ کی اولاد کتنی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ایک لڑکا سنگاپور میں ہے، ایک لڑکا فلاں ملک میں ہے، سب دوسرے ملکوں میں ہیں۔ دوبارہ پوچھا کہ آپ کی اپنے لڑکوں سے ملاقات تو ہوتی رہتی ہوگی، وہ آتے جاتے رہتے ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ ایک لڑکے سے ملاقات ہوئے ۱۵ سال ہوگئے ہیں، ۱۵ سال سے باپ نے بیٹے کی شکل نہیں دیکھی، بیٹے نے باپ کی شکل نہیں دیکھی۔ تو اب بتاؤ ایسا روپیہ اور ایسی دولت کس کام کی کہ جو اولاد کو باپ کی شکل نہ دکھا سکے، اور باپ کو اولاد کی شکل نہ دکھا سکے، یہ ساری دوڑ دھوپ اسباب راحت کے لئے ہو رہی ہے، لیکن راحت مفقود ہے، اس لئے یاد رکھو کہ راحت پیسے کے ذریعہ نہیں خریدی جا سکتی ہے۔ (اصلاحی خطبات جلد اول)

گناہ کی بدمزگی

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ

میں بہ قسم کہہ سکتا ہوں کہ مسلمان کے لئے تو گناہ ہمیشہ بے لذت ہی ہوتا ہے بلکہ بے لذت سے بڑھ کر بدلذت اور یہ بات بہت ہی ظاہر ہے مگر اس سے نظر قاصر اس وجہ سے ہو رہی ہے کہ لوگوں نے لذت جسم ہی کو لذت سمجھ لیا ہے اور یہ نہیں دیکھا کہ لذت درحقیقت کس کو حاصل ہوتی ہے جسم گویا روح کو جسم اور روح میں نسبت عینک اور آنکھ کی سی ہے دکھائی تو بیشک عینک ہی سے دیتا ہے۔ مگر دیکھنے والی عینک نہیں ہے بلکہ آنکھ ہے بلکہ ترقی کر کے کہہ سکتے ہیں کہ آنکھ بھی دیکھنے والی نہیں ہے آنکھ آلہ ہے ادراک کا اور مدرک نفس ناطقہ ہے درحقیقت صحیح یہی ہے کہ دیکھنے والا نفس ناطقہ ہے اور آنکھ اور عینک دونوں آلات ہیں۔ تو عینک کی طرف اگر دیکھنے کی نسبت کی جاوے گی بلکہ آنکھ کی طرف بھی اگر لی جائے گی تو مجازاً ہی صحیح ہو سکتی ہے، حقیقۃً صحیح نہیں۔ اسی طرح ادراک لذت یا ادراک الم کی نسبت جسم کی طرف ہمیشہ مجازاً ہوگی جو کہ ناقابل اعتبار ہے اور درحقیقت الم اور لذت جو کچھ ہے وہ روح کو ہے۔ مگر ایک زمانہ ہے جو اس غلطی میں مبتلا ہے کہ محض راحت جسم کا نام راحت رکھ لیا ہے گو روح کیسی ہی مردہ رہی ہو حالانکہ اگر جسم کو لذت ہوئی اور روح کو نہ ہوئی تو وہ کیا خاک لذت ہے وہ لذت تو ایسی ہوگی جیسے زیادہ مرچ دار سالن کہ زبان کو تو مزہ آتا ہے مگر دل کو تکلیف پہنچتی ہے کہ گرمی بڑھ جاتی ہے۔ اور خفقان ہوگا اور طبیبوں کی ناز برداری کرنی پڑے گی اور وہ لذت ایسی ہے کہ جیسے غصب کی چیز کھا رہا ہے اور غاصب پر غضب ساتھ ساتھ نازل ہو رہا ہے۔ مثلاً حلوائی کی دوکان سے ہاتھ مار کے مٹھائی کھالی اور ادھر سے لاٹھیاں پڑنے لگیں کہ زبان کو تو مٹھائی کا مزہ آیا مگر سر پھوٹا اور ذرا سے مزہ کے لئے مدتوں مرہم پٹی ہوتی رہی۔ لذت تو یہاں بھی آئی مگر کیا یہ لذت کس شمار میں ہے؟ اور کیا کوئی عقل منداس لذت کے لئے غصب کی اجازت دیدیگا؟

ایک سرحدی کی حکایت

جیسے ایک سرحدی دیہاتی کا قصہ سنا ہوگا وہ یہ ہے کہ کوئی سرحدی وحشی ہندوستان میں آیا تھا کسی حلوائی کی دوکان پر حلوا رکھا دیکھا قیمت پاس تھی نہیں آپ اس میں سے بہت سا اٹھا کر کھا گئے۔ حلوائی نے حاکم شہر کو اطلاع دی حاکم نے یہ سزا مقرر کی کہ ان کو گدھے پر سوار کر کے تمام شہر میں تشہیر کیا جاوے اور بہت سے لڑکے ساتھ کر دیئے جاویں کہ وہ ڈھول بجاتے پیچھے پیچھے چلیں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب حلوا خور صاحب اپنے گھر واپس گئے تو لوگوں نے پوچھا کہ آغا ہندوستان رفتہ بودی ہندوستان چگونہ ملک ست؟ کہنے لگے کہ ہندوستان خوب ملک است، حلوا خوردان مفت، سواری خر مفت، فوج طفلاں مفت۔

روح کا زخم

بس واقعی ایسی لذت تو ہے گناہ میں اگر یہ آغائی لذت کچھ لذت ہے تو گناہ کی بھی ہم کہتے ہیں لذت ہے ورنہ گناہ تو ایسی پریشانی کی چیز ہے کہ اس سے قلب و روح سب مجروح ہو جاتے ہیں جسم کی لذت کو لذت کہہ لیجئے اور بس۔ مگر یہ ایسا ہے جیسے تمام جسم زخموں سے گل گیا، مگر اوپر کاغذ چپکا کر کھڑا کر دیا کہ دیکھنے میں برا نہیں معلوم ہوتا مگر خدا نے اگر آنکھیں دی ہیں تو کاغذ اور کھال الگ الگ معلوم ہو سکتے ہیں آنکھ بند کر لینا نہیں چاہئے۔ اسی طرح گناہوں میں تھوڑی دیر کے لئے کچھ جسم کو لذت ہوتی ہے پھر قلب و روح پر صدمہ پہنچتا ہے اسے بھی تو دیکھنا چاہئے یہ تو گناہ کا لازمی اثر ہے۔ یعنی وہ اثر ہے، جو گناہ کرنے والے پر پڑتا ہے اس میں متعدی اثر بھی ہوتا ہے وہ یہ ہے، کہ ہر گناہ میں یہ اثر بھی ضرور ہے کہ دوسروں کو اس شخص سے ناگواری پیدا ہوتی ہے۔ بعض گناہوں میں تو یہ بات بہت ہی بدیہی ہے کہ فوراً ہی اس شخص سے دوسروں کو نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ جیسے غیبت، جھوٹ، شراب خوری وغیرہ وغیرہ۔ دیکھئے! شراب پیتے ہی عقل رخصت ہوتی ہے پھر جو کچھ بھی ناشائستہ حرکت صادر ہو جائے کسی کو تکلیف پہنچے یا مار پیٹ ہو جاوے یا مال چھین لے تو کیا بعید ہے۔ کم از کم بدتمیزی اور بدزبانی گالیاں بکنا تو فوراً ہی شروع ہو جاتا ہے۔ آدمی افعال فحش کرنے لگتا ہے یہ سب دوسروں کے لئے باعث اذیت ہوتے ہیں اور جھوٹ اور غیبت سے کیسی تکلیف پہنچتی

ہے غیبت سے عداوتیں پیدا ہوتی ہیں جھوٹ سے حق تلفیاں ہوتی ہیں۔ یہ باتیں اذیت پہنچانے والی ہیں یا نہیں؟ جب دوسرے کو اذیت پہنچے گی تو وہ ضرور ناخوش ہوگا اور وہ بھی اذیت پہنچانے میں دریغ نہ کرے گا اور یہی اذیت جڑ ہے نا اتفاقی کی اور گناہ جڑ ہے اذیت کی تو گناہ جڑ ہے نا اتفاقی کی۔ ان خاص گناہوں میں تو یہ بات بہت ہی بدیہی ہے اور ان کا یہ فوری اثر اور لازمی نتیجہ ہے۔ باقی اگر غور سے دیکھا جاوے تو ہر گناہ پر یہ نتیجہ مرتب ہوتا ہے کیونکہ تمام گناہوں سے قلب میں ظلمت وقساوت پیدا ہوتی ہے اور یہ اثر ہر گناہ کے لئے لازمی ہے اور جب قلب میں ظلمت وقساوت آجاتی ہے تو پھر یہ شخص کسی کی راحت کا خیال نہیں کرتا اخلاق خراب ہو جاتے ہیں اور تکبر وظلم میں مبتلا ہو جاتا ہے اور تکبر وظلم اذیت کی اور اذیت نا اتفاقی کی جڑ ہے۔ (مفاسد گناہ)

اعلان

آپ حضرات کو یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ مقامی مجلس دعوۃ الحق پرنام بٹ کا ماہانہ اجتماع عصر تا فجر بتاریخ ۲۶/ جمادی الاخری ۱۴۲۶ھ بمطابق 26-07-2006 بروز اتوار بمقام جامع مسجد پرنام بٹ۔ انشاءاللہ منعقد ہوگا۔ جسمیں مندرجہ ذیل نظام رہیگا۔

بعد نماز عصر: ایک گناہ کبیرہ بتانا ❁ ایک سنت بتانا ❁ قرآن پاک کی ایک آیت کی تصحیح ❁ آداب گشت ❁ بعدہٗ گشت ❁ تعلیم تسہیل قصد السبیل ❁ چائے ❁ تیاری نماز مغرب

بعد نماز مغرب: تلاوت کلام پاک ❁ سنن نماز میں سے تین سنتوں کا عملی نمونہ (سلسلہ) ❁ بعدہٗ مہمان خصوصی کا اصلاحی خطاب ❁ بعدہٗ دعا ❁ تیاری نماز عشاء

بعد نماز عشاء: کھانے کی سنتیں ❁ سونے کی سنتیں ❁ نماز کی عملی مشق ❁ مراقبۂ موت ❁ دعا ❁ بعدہٗ قیام شب ❁ نماز تہجد (انفرادی) ❁ معمولات (انفرادی) ❁ تیاری نماز فجر

بعد نماز فجر: تفسیر قرآن پاک

آپ تمام احباب سے اس اجلاس میں حسبِ موقع شرکت اور کامیابی کیلئے دعا کی درخواست ہے۔

سیرت خاصان حق

مولانا سید احمد رضا بجنوری رحمۃ اللہ علیہ شاگرد رشید
محدث عصر علامہ انور شاہ کشمیری قدس سرہ

حنفی چیف جسٹسوں کے بے لاگ فیصلے

دور بنی امیہ میں محکمہ عدلیہ (قضا) پر ایسا وقت گذر چکا تھا کہ قاضی کے لئے معمولی لکھا پڑھا ہونا بھی ضروری نہ تھا، مشائخ وقت عدالت میں جا کر شریعت کی رو سے شہادت دیا کرتے تھے کہ خلفا و سلاطین کی ذات قانونی دار و گیر سے بالاتر ہے۔

پھر دور عباسی میں بھی ابتداء میں حالات بہتر نہ تھے۔ قاضی شریک نے جب عہدہ قضا منظور کیا تو انھوں نے شرطوں میں سے ایک شرط یہ بھی کی تھی کہ فیصلہ مقدمات میں رو رعایت نہ کریں گے، مگر عمل کا حال یہ کہ خلیفہ کی ڈیوڑھی کی ایک لونڈی کی شکایت پر قاضی صاحب برطرف کر دیئے گئے۔

امام صاحب نے تمام حالات کا جائزہ لیکر یہ منصوبہ بنایا کہ تدوین فقہ کے ساتھ ہی ایسے قضاۃ تیار کریں جو ہر حالت میں قانون اسلام کی برتری کو برقرار رکھ سکیں۔ اور وہ اپنے علم و فضل، تقویٰ وطہارت، جرأت ایمانی اور معاملہ فہمی میں خصوصی کردار کے حامل ہوں۔ چنانچہ امام صاحب نے فرمایا تھا کہ میرے اصحاب میں نہ صرف محدثین، فقہاء وقضاۃ ہیں بلکہ ایسے بھی کچھ ہیں کہ وہ محکمہ افتاء وعدلیہ کی سرپرستی کے بھی اہل ہیں اور ایسے ہی اصحاب کو دیکھکر آپ خوش ہو کر فرمایا کرتے تھے کہ ''تم میرے دل کا سرور اور میرے غم و فکر کا مداوا ہو'' گویا امام صاحب نے اپنے ان تلامذہ واصحاب سے بڑی اچھی اچھی امیدیں وابستہ کی تھیں اور خدا کا فضل ہے کہ وہ امیدیں حسب مراد پوری بھی ہوئیں۔

ایک طرف تو امام صاحب کے درس و تدریس کے مشغلہ نے دور دراز ملکوں تک صحیح علم و عمل کے محکم واستوار نمونے پھیلا دیئے تھے، دوسری طرف فصل خصومات کے لئے ایسے بلند کردار کے قضاۃ وچیف جسٹس پیدا ہو گئے تھے کہ قانون اسلام کی سربلندی کے امکانات پوری طرح روشن ہو گئے تھے اور اسی مقصد کو پورا ہوتے دیکھکر امام عالی مقام مندرجہ بالا فقرے فرمایا کرتے تھے۔ پھر

امام صاحب کو اپنے اس پاکیزہ مقصد میں کتنی کامیابی ہوئی اور آپ کے تلامذہ نے قاضی ہونے کے بعد کس قسم کے تجربات خلفا کو دیئے اور ان کے دلوں میں کس قدر احترام شریعت کا پیدا کرایا۔ اس کی چند مثالیں بھی ملاحظہ کیجئے:۔

(۱) ابو جعفر منصور کے بعد مہدی خلیفہ ہوا۔ بخارا میں قاضی ابو یوسف کے شاگرد مجاہد بن عمرو قاضی تھے۔ مہدی نے اپنا ایک قاصد کسی خاص غرض سے بھیجا۔ قاضی صاحب نے اس کا جواب خلیفہ کی منشاء کے خلاف دیا۔ قاصد نے اپنی طرف سے کوئی دوسری بات جھوٹی بنا کر خلیفہ سے بیان کر دی۔ وہ قاصد بخارا کا ہی ساکن تھا، واپس ہوا تو قاضی صاحب نے اس پر افتراء کا مقدمہ کر کے اسّی کوڑے لگوا دیئے۔ مجاہد کے شاگردوں کو تشویش ہوئی کہ مہدی کو اس کے خاص قاصد کو تازیانے لگانے کی خبر ہوگی تو شاید کوئی ناگوار صورت پیش آئے۔ لیکن خلیفہ کو خبر ہوئی تو اس نے قاضی صاحب کے اس فعل کو تحسین کی نظروں سے دیکھا اور خوش ہو کر انعام واکرام سے نوازا۔

قاضی صاحب مذکورہ سب انعام واکرام کا مال لیکر اپنی مسجد پہونچے کچھ اس کی ضروریات پر صرف کیا، باقی شہر کے فقراء کو تقسیم کر دیا اور خلعت کو بھی فروخت کر کے مساکین اور قیدیوں پر صرف کر دیا۔

یہ قاضی صاحب بہت زاہد وعابد تھے، عہدۂ قضا بہت مجبور ہو کر حبس وقید اور ایذائیں اٹھا کر قبول کیا تھا، پھر وہ کس سے دبنے ڈرنے والے تھے۔

(۲) مہدی کے بعد ہادی خلیفہ ہوا، اس وقت بغداد کے قاضی ابو یوسف تھے۔ ایک باغ کی ملکیت کے بارے میں رعیت کے آدمی نے خود خلیفہ کے خلاف دعویٰ دائر کر دیا اور گواہ بھی خلیفہ کی طرف سے ثبوت کے گذر گئے، مگر قاضی صاحب نے کسی طرح معلوم کر لیا کہ حق اسی غریب کا ہے اس لئے فیصلۂ مقدمہ کو ملتوی کیا اور تدبیر یہ کی کہ جب خلیفہ سے ملے اور اس نے دریافت کیا کہ ہمارے مقدمہ میں آپ نے کیا کیا؟ تو کہا کہ فریق ثانی کا مطالبہ یہ ہے کہ آپ عدالت میں اس امر پر حلف اٹھائیں کہ آپ کے گواہوں نے جو بیان دیا ہے وہ صحیح ہے۔

خلیفہ نے کہا کہ اس کو ایسے مطالبہ کا حق پہنچتا ہے۔ کہا قاضی ابن ابی لیلیٰ کے سابقہ فیصلوں کی رُو سے اس کو اس مطالبہ کا حق ہے۔ یہ سنتے ہی خلیفہ نے کہا اگر ایسا ہے تو وہ باغ اسی کو دیدو۔

(۳) ہادی کے بعد ہارون رشید خلیفہ ہوا۔ امام اعظمؒ کے شاگرد حفص بن غیاث مشرقی بغداد کے قاضی تھے۔ ہارون کی شاہ بیگم زبیدہ خاتون کا ایک کارندہ پارسی تھا اور اس پر ایک خراسانی نے تیس ہزار درم اونٹوں کی قیمت کا دعویٰ دائر کردیا۔ پارسی نے رقم کا اقرار کرلیا مگر ادائیگی نہ کی۔ قاضی صاحب نے مدعی کے مطالبہ پر اس کو قید کردیا۔

شاہ بیگم کو معلوم ہوا تو بہت غضب ناک ہوئی کہ میرا آدمی جانتے ہوئے بھی قاضی صاحب نے اس کو جیل بھیجدیا۔ اپنے غلام کو کہا کہ میرے آدمی کو فوراً جیل سے چھڑا کر لاؤ، شاہی محل کا غلام گیا تو جیل والوں نے پارسی کو چھوڑدیا۔ قاضی صاحب کو خبر ہوئی تو وہ اس کو کس طرح برداشت کرسکتے تھے امام صاحب کے تربیت یافتہ تھے۔ بولے: یا تو زبیدہ کا وکیل پارسی واپس جیل آئے ورنہ میں عہدۂ قضا سے مستعفی ہوں۔

اس سندھی غلام کو خبر ہوئی تو وہ روتا ہوا زبیدہ کے پاس گیا کہ یہ قاضی حفص کا معاملہ ہے اگر خلیفہ نے مجھ سے باز پرس کی کہ قاضی کے جیل بھیجے ہوئے آدمی کو تمہیں چھڑانے کا کیا حق تھا تو میں کیا جواب دونگا۔ اور کہا کہ اس وقت اس پارسی کو جیل واپس کرنے کی اجازت دیدیجئے، پھر میں قاضی صاحب کو راضی کرکے رہا کرادوں گا۔ زبیدہ نے غلام پر رحم کھا کر اجازت دیدی اور وہ پھر جیل پہونچ گیا۔

کچھ دیر بعد خلیفہ محل میں آئے تو ان سے زبیدہ نے شکایت کی کہ قاضی صاحب نے میرے آدمی کے ساتھ یہ معاملہ کیا ہے جس سے میری سخت توہین ہوئی ہے ایسے قاضی کو معزول کرنا چاہئے۔ ہارون بہت متفکر ہوا کہ کیا کرے۔ کیونکہ زبیدہ کی کبیدگی خاطر بھی اسے بڑی شاق تھی آخر اس نے کچھ سوچ کر قاضی صاحب کو حکم لکھا کہ اس پارسی کے معاملہ کو رفع دفع کردو۔

ادھر خلیفہ یہ لکھوا رہا تھا اور ادھر قاضی صاحب کے لوگوں نے ان کو اس کی خبر پہنچائی کہ ایسا حکم آنیوالا ہے۔ قاضی صاحب نے فوراً خراسانی کے گواہوں کو بلا کر ان کے بیانات قلمبند کرائے اور تحریری فیصلہ مرتب کرکے عدالت کی مہر لگانے کا حکم کیا تاکہ خلیفہ کے حکم سے پہلے تمام کارروائی مکمل ہوجائے۔ اتفاق سے اس کام میں دیر لگی اور اس کارروائی کے دوران ہی میں خلیفہ کا حکم آگیا مگر قاضی صاحب نے کہا کہ میں پہلے اپنے ہاتھ کا کام پورا کردوں پھر فرمان پڑھوں گا۔ خلیفہ کے آدمی نے بار بار حکم دینا چاہا اور کہا کہ امیرالمؤمنین کا فرمان ہے مگر قاضی صاحب نے نہ لیا حتی کہ تمام کارروائی باضابطہ پوری کردی۔

اس کے بعد فرمان پڑھا اور جواب دیدیا کہ فرمان پڑھنے سے پہلے میں فیصلہ کر چکا ہوں۔ فرمان لانے والے نے کہا کہ آپ نے جان بوجھ کر فرمان نہیں لیا اور میرے سامنے سب کارروائی کی ہے۔ میں یہ بات بھی خلیفہ سے کہوں گا۔ قاضی صاحب نے کہا کہ تم ضرور کہدینا مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے۔

اس نے سب حال خلیفہ سے جا کر کہا۔ مگر خلیفہ بجائے اس پر ناراض ہونے کے قاضی صاحب کی جرأت اور موافق حق فیصلہ سے خوش ہوئے اور حاجب سے کہا کہ قاضی صاحب کی خدمت میں ۳۰ ہزار درم روانہ کرو۔

اس صورت حال سے زبیدہ کو خبر دی گئی تو وہ اور بھی مشتعل ہوگئی۔ اور خلیفہ سے کہا کہ جب تک تم قاضی حفص کو برطرف نہیں کرتے ہو میرا تم سے کوئی علاقہ نہیں۔

ہارون رشید نے یہ سب کچھ دیکھا مگر چونکہ وہ حق کو حق سمجھنے پر مجبور ہو چکا تھا اس لئے انصاف کو ہاتھ سے نہ دیا اور جس طرح اسی قسم کے ایک واقعہ میں جہانگیر نے نور جہاں سے کہدیا تھا کہ اے جانِ جہاں میں نے تجھکو اپنی جان کا مالک بنایا ہے ایمان کا نہیں۔ ہارون نے بھی زبیدہ خاتون کو ایسی ہی بات صفائی سے کہی جس سے زبیدہ کا سارا نشہ ہرن ہوگیا اور اس نے اپنی خفت مٹانے کے لئے دوسرا طریقہ اختیار کیا یعنی نیازمندانہ خوشامد درآمد کر کے ہارون کو اس پر راضی کر لیا کہ قاضی صاحب کا تبادلہ کسی دوسری جگہ کو کر دیا جائے، چنانچہ خلیفہ نے ان کا تبادلہ ان کے وطن کوفہ کی طرف کر دیا۔

(۴) اسی ہارون رشید کے دور خلافت میں ایک بار قاضی ابو یوسف نے جو اَب قاضی القضاۃ بھی ہو گئے تھے خلیفہ کے ایک وزیر علی بن عیسیٰ کی شہادت رد کر دی تھی اس کی سخت ذلت ہوئی خلیفہ سے جا کر کہا، خلیفہ نے قاضی صاحب سے دریافت کیا کہ اس بیچارے کو آپ نے کیوں مردود الشہادۃ قرار دیدیا؟

قاضی صاحب نے کہا کہ میں نے ان کو یہ کہتے سنا ہے کہ ''میں خلیفہ کا غلام ہوں'' اور غلام کی شہادت مقبول نہیں اور بعض روایات میں ہے کہ قاضی صاحب نے کہا کہ یہ شخص نماز جماعت کا تارک ہے۔ خلیفہ یہ سُن کر خاموش ہوگیا۔ اور یہ بھی نقل ہے کہ پھر اس وزیر نے اپنے محل کے صحن میں مسجد تعمیر کرائی اور جماعت کی نماز کا التزام کیا۔

یہ بھی موفق ہی میں ہے کہ قاضی ابو یوسف نے اسی طرح ایک فوجی افسر کی شہادت بھی اس کے عبدالخلیفہ کہنے کی وجہ سے مسترد کر دی تھی۔

(۵) ایک باغ پر ہارون رشید کا قبضہ تھا اس پر ایک بوڑھے کسان نے دعویٰ کیا کہ میرا ہے اور خلیفہ کا قبضہ غاصبانہ ہے، قاضی ابو یوسف نے پوچھا کہ تمہارے پاس کیا ثبوت ہے اس نے کہا کہ امیر المؤمنین سے حلف لیا جائے۔ قاضی صاحب نے خلیفہ سے کہا کہ آپ کو حلف اٹھانا چاہئے، ہارون نے بحلف کہا کہ یہ باغ میرے والد مہدی نے مجھ کو عطا کیا تھا اور میں اس کا مالک ہوں اور اسی لئے قابض ہوں۔ قاضی صاحب نے فیصلہ کر دیا مگر اپنی اس کوتاہی پر رنج وافسوس کیا کرتے تھے کہ عدالت کے وقت خلیفہ کرسی پر بیٹھے تھے اور میں اتنا نہ کہہ سکا کہ جیسے آپ کا فریق زمین پر کھڑا ہے آپ بھی کرسی سے اُتر کر زمین پر کھڑے ہو جایئے، یا اس کے لئے بھی کرسی منگوایئے۔

(۶) ایک دفعہ خلیفہ ہارون رشید اور ایک یہودی کا مقدمہ امام ابو یوسف کی عدالت میں پیش ہوا تو یہودی خلیفہ سے پیچھے ہٹ کر بیٹھا، آپ نے یہودی سے کہا کہ خلیفہ کے برابر بیٹھو، عدالت میں کوئی مقدم نہیں۔ یہاں امیر وغریب سب برابر ہیں۔

(۷) قاضی عافیہ اودی (امام صاحب کے خاص اصحاب میں سے ہیں اور مجلس تدوین فقہ کے رکن رکین) بغداد کے قاضی تھے، ایک مرتبہ کسی حاسد نے خلیفہ کے یہاں ان کی فصلِ مقدمات میں بیجا پاسداری کی شکایت پہنچائی۔ خلیفہ کو یہ امر ناگوار ہوا اور عافیہ کو طلب کیا۔ ابھی اصل معاملہ کے متعلق کوئی بات نہ ہوئی تھی کہ خلیفہ کو چھینک آئی اور ہر طرف سے یرحمک اللہ کی صدا بلند ہوئی، عافیہ نے کچھ نہ کہا، ہارون نے پوچھا کہ سب نے مجھے موافق سنت یرحمک اللہ کہا لیکن آپ خاموش رہے اس کی کیا وجہ ہے؟ عافیہ نے جواب دیا سنت اسی طرح ہے جس طرح میں نے کیا۔ حدیث میں ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کی مجلس میں دو شخصوں کو چھینک آئی ایک نے الحمد للہ کہا اس پر آپ نے یرحمک اللہ فرمایا، دوسرا خاموش رہا تو آپ بھی خاموش رہے۔ اسی طرح تم نے بھی خود الحمد للہ نہیں کہا اس لئے میں نے بھی حضورؐ کی خاموشی کی سنت پر عمل کیا۔

ہارون نے پورا جواب سن کر کہا: ’’جایئے آپ اپنا کام قضا کا کیجئے۔ بھلا جو شخص میری چھینک کے ساتھ رو رعایت پر آمادہ نہ ہو سکا وہ کسی دوسرے کی پاسداری اپنے فیصلہ میں کیا کرے گا‘‘۔ پھر جھوٹی شکایت کرنے والوں کو سرزنش کی۔ (تذکرۂ محدثین)

ضروری مسائل

سجدۂ سہو کا بیان

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ

مسئلہ: التحیات پڑھنے بیٹھا مگر بھولے سے التحیات کی جگہ کچھ اور پڑھ گیا یا الحمد پڑھنے لگا تو بھی سہو کا سجدہ واجب ہے، (کیونکہ التحیات پڑھنا واجب ہے)۔

مسئلہ: نیت باندھنے کے بعد سبحانک اللھم کی جگہ دعاء قنوت پڑھنے لگا تو سہو کا سجدہ واجب نہیں (کیونکہ سبحانک اللھم پڑھنا واجب نہیں) اسی طرح فرض کی تیسری یا چوتھی رکعت میں الحمد کی جگہ التحیات یا کچھ اور پڑھنے لگا تو بھی سجدہ واجب نہیں (کیونکہ تیسری یا چوتھی رکعت میں الحمد پڑھنا واجب نہیں)۔

مسئلہ: تین رکعت یا چار رکعت والی نماز میں بیچ میں بیٹھنا بھول گیا اور دو رکعت پڑھ کر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا تو اگر نیچے کا آدھا دھڑ ابھی سیدھا نہ ہوا ہو تو بیٹھ جاوے اور التحیات پڑھ لے تب کھڑا ہو اور ایسی حالت میں سجدۂ سہو کرنا واجب نہیں (کیونکہ اتنی تاخیر شرعاً معتبر نہیں) اور اگر نیچے کا آدھا دھڑ سیدھا ہو گیا تو نہ بیٹھے بلکہ کھڑے ہو کر چاروں رکعتیں پڑھ لے فقط اخیر میں بیٹھے اور اس صورت میں سجدۂ سہو کرنا واجب ہے (کیونکہ دو رکعت کے بعد التحیات پڑھنا واجب تھا) اگر سیدھا کھڑا ہو جانے کے بعد لوٹ آوے گا اور بیٹھ کر التحیات پڑھے گا تو گنہگار ہو گا اور سجدۂ سہو کرنا اب بھی واجب ہو گا) کیونکہ اس قدر تاخیر شرعاً معتبر ہے اور موجب سجدۂ سہو۔

مسئلہ: اگر چوتھی رکعت میں بیٹھنا بھول گیا تو اگر نیچے کا دھڑ ابھی سیدھا نہیں ہوا تو بیٹھ جاوے اور التحیات درود وغیرہ پڑھ کر سلام پھیر لے اور سجدۂ سہو نہ کرے (وہی وجہ کہ اتنی تاخیر شرعاً معتبر نہیں اس لئے سجدۂ سہو واجب نہیں) اور اگر سیدھا کھڑا ہو گیا تب بھی بیٹھ جاوے بلکہ الحمد اور سورت پڑھ چکا ہو یا رکعت بھی کر چکا ہو تب بھی بیٹھ کر اور التحیات پڑھ کر سجدۂ سہو کرے البتہ اگر رکوع کے بعد بھی یاد نہ آیا اور پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا تو فرض نماز پھر سے پڑھے یہ نماز نفل ہو گئی ایک رکعت اور ملا کر پوری چھ رکعت کرے اور سجدۂ سہو نہ کرے اور اگر ایک رکعت اور نہیں ملائی پانچویں رکعت پر سلام پھیر دیا تو چار رکعتیں نفل ہو گئیں۔ اور ایک رکعت اکارت گئی۔

مسئلہ: اگر چوتھی رکعت پر بیٹھا اور التحیات پڑھ کر کھڑا ہوگیا تو سجدہ کرنے سے پہلے پہلے جب یاد آوے بیٹھ جاوے التحیات نہ پڑھے بلکہ بیٹھ کر فوراً سلام پھیر کر سجدۂ سہو کرے کیونکہ تاخیر ہوئی سلام میں۔ اور اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کر چکا تب یاد آیا تو ایک رکعت اور ملا کر چھ کرے چار فرض ہوئے اور دو نفل اور چھٹی رکعت پر سجدۂ سہو بھی کرے (کیونکہ تاخیر ہوئی سلام میں) اور اگر پانچویں رکعت پر سلام پھیر دیا اور سجدۂ سہو کر لیا تو برا کیا چار فرض ہوئے اور ایک رکعت اکارت گئی۔

مسئلہ: اگر نماز میں شک ہوگیا کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار رکعتیں تو اگر یہ شک اتفاق سے ہوگیا ہے ایسا شبہ پڑنے کی عادت نہیں ہے تو پھر سے نماز پڑھے اور اگر شک کرنے کی عادت ہے اور اکثر ایسا شبہ ہوجاتا ہے تو دل میں سوچ کر دیکھے کہ دل زیادہ کدھر جاتا ہے اگر زیادہ گمان تین رکعت پڑھنے کا ہو تو ایک رکعت اور پڑھ لے اور سجدۂ سہو واجب نہیں ہے اور اگر زیادہ گمان یہی ہے کہ میں نے چار رکعتیں پڑھ لی ہیں تو اور رکعت نہ پڑھے اور سجدۂ سہو بھی نہ کرے اور اگر سوچنے کے بعد دونوں طرف برابر خیال رہے نہ تین رکعت کی طرف زیادہ گمان جاتا ہے نہ چار کی طرف تو تین ہی رکعت سمجھے اور ایک رکعت اور پڑھ لے لیکن اس صورت میں تیسری رکعت پر بھی بیٹھ کر التحیات پڑھے تب کھڑا ہو کر چوتھی رکعت پڑھے اور سجدۂ سہو بھی کرے (کیونکہ التحیات پڑھنے سے تاخیر ہوئی سلام میں)۔

مسئلہ: اگر چار رکعت نفل نماز پڑھی اور بیچ میں بیٹھنا بھول گیا جب تک تیسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو تب تک یاد آنے پر بیٹھ جانا چاہئے اگر سجدہ کر لیا تو خیر تب بھی نماز ہوگئی اور سجدۂ سہوان دونوں صورتوں میں واجب ہے (پہلی صورت میں تو اس لئے کہ التحیات پڑھنا واجب تھا اور اس میں تاخیر ہوئی دوسری صورت میں اس لئے کہ قعدہ کرنا اور التحیات پڑھنا دونوں واجب تھے اور وہ ترک ہوئے)۔

مسئلہ: اگر نماز میں کئی باتیں ایسی ہوگئیں جن سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے تو ایک ہی سجدہ سب کی طرف سے ہوجائے گا، ایک نماز میں دو دفعہ سجدۂ سہو نہیں کیا جاتا۔

مسئلہ: سجدۂ سہو کرنے کے بعد پھر کوئی بات ایسی ہوگئی جس سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے تو وہی پہلا سجدۂ سہو کافی ہے اب پھر سجدۂ سہو نہ کرے۔

مسئلہ: نماز میں کچھ بھول گیا تھا جس سے سجدۂ سہو واجب تھا لیکن سجدہ کرنا بھول گیا اور دونوں طرف سلام پھیر دیا لیکن ابھی اسی جگہ بیٹھا ہے اور سینہ قبلہ کی طرف سے نہیں پھیرا نہ کسی سے بولا نہ کوئی ایسی بات ہوئی جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے تو اب سجدۂ سہو کرے بلکہ اگر اسی طرح بیٹھے بیٹھے کلمہ یا درود شریف وغیرہ کوئی وظیفہ پڑھنے لگا ہو تب بھی کچھ حرج نہیں اب سجدۂ سہو کرے تو نماز ہوجائے گی۔ (بہشتی ثمر حصہ اول)

گناہ کے نقصانات

(۴) گنہگار کو آدمیوں سے بھی وحشت ہونے لگتی ہے بالخصوص نیک لوگوں سے کہ ان کے پاس بیٹھ کر دل نہیں لگتا اور جس قدر وحشت بڑھتی جاتی ہے ان سے دور اور ان کے برکات سے محروم ہو جاتا ہے۔ (باقی آئندہ)

آج ہم لوگ زہر تو کھا رہے ہیں یعنی بڑے بڑے گناہوں میں مبتلا ہیں مگر اس کا تریاق اور علاج یعنی توبہ اور شریعت وسنت پر عمل کے لئے تیار نہیں تو بھلا سوچیں کہ زہر کھانے والا کب تک صحت مند رہ سکتا ہے جس طرح زہر کی گولی سے زندگی کے بجائے موت آجاتی ہے اسی طرح ان گناہوں میں سے ایک گناہ بھی جنت کی زندگی کے بجائے جہنم میں پہنچا دیتا ہے اگر اللہ تعالیٰ فضل نہ فرمائے۔

چند گناہ کبیرہ جن پر وعیدیں آئی ہیں۔ جو بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے اور ایک گناہ بھی جہنم میں لے جانے کے لئے کافی ہے۔

(۸) چغلی کرنا۔

یعنی اِدھر کی بات اُدھر لگا کر دو مسلمانوں کو آپس میں لڑانا۔ روایت میں ہے کہ مرنے کے بعد ایسے شخص کو آگ کی دو زبانیں لگائی جائیں گی۔

(۹) تہمت لگانا۔

یعنی بے قصور شخص پر الزام لگانا کسی نے اگر کسی پر زنا کی تہمت لگا دی تو قرآن میں اسی کوڑے اس کی سزا بتلائی گئی ہے۔ (باقی آئندہ)

۴۔ الایمان بالرسل

پیغمبروں کے بارے میں عقیدے

نظر فرمودہ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب قدس سرہٗ

عقیدہ ۷: سب سے پہلے پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام ہیں، اور سب سے آخری پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور باقی درمیان میں ہیں جن پیغمبروں کے نام قرآن پاک میں آئے ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں۔

۱. حضرت آدم علیہ السلام	۲. حضرت نوح علیہ السلام
۳. حضرت ادریس علیہ السلام	۴. حضرت ہود علیہ السلام
۵. حضرت صالح علیہ السلام	۶. حضرت ابراہیم علیہ السلام
۷. حضرت لوط علیہ السلام	۸. حضرت اسماعیل علیہ السلام
۹. حضرت اسحٰق علیہ السلام	۱۰. حضرت یعقوب علیہ السلام
۱۱. حضرت یوسف علیہ السلام	۱۲. حضرت شعیب علیہ السلام
۱۳. حضرت موسیٰ علیہ السلام	۱۴. حضرت ہارون علیہ السلام
۱۵. حضرت الیاس علیہ السلام	۱۶. حضرت الیسع علیہ السلام
۱۷. حضرت داؤد علیہ السلام	۱۸. حضرت سلیمان علیہ السلام
۱۹. حضرت ایوب علیہ السلام	۲۰. حضرت یونس علیہ السلام
۲۱. حضرت ذوالکفل علیہ السلام	۲۲. حضرت زکریا علیہ السلام
۲۳. حضرت یحیٰی علیہ السلام	۲۴. حضرت عیسیٰ علیہ السلام
۲۵. حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم	

(باقی آئندہ)

میری آہِ صبح گاہی مرا نالۂ شبانہ

مرا کیف نغمۂ دل مرا ذوق شاعرانہ
ترے حُسن کا ترنم تیرے عشق کا ترانہ

ترے حُسن کی عطا ہے تیرے عشق کا صلہ ہے
مری آہِ صبح گاہی مرا نالۂ شبانہ

تری شانِ بے نیازی کا مقام کس نے پایا
مری سجدہ گاہ حیرت ترا حُسنِ آستانہ

تری یاد دے اجازت تو بتاؤں میں کہ ہے کیوں
مرا ہر نفس حقیقت مرا ہر نفس فسانہ

تری بے نیازیوں سے کوئی راز اس کا پوچھے
ترے غم میں ہو گیا کیوں مرا حال والہانہ

تری یاد کی خلش ہو تیرے ذکر کی تپش ہو
مرے اشکہائے غم کو کوئی چاہئے بہانہ

ترا ذکر روح پرور ہے زبانِ عارفیؔ پر
بہ نوائے محرمانہ، بحدیث دیگرانہ

سب لوگ دیکھتے رہے ان کا خرام ناز
ہم تھے کہ اُنکے نقشِ قدم چومتے رہے

••••••••••••••••••••••••••••••

ہر ذرہ ترے کوچہ کا آنکھوں سے لگا لوں
ممکن ہے انہیں ذروں پہ نقشِ کفِ پا ہو

حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی قدس سرہ
(خلیفہ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ)

اغراض ومقاصد
مقامی مجلس دعوۃ الحق

الحمدللہ شروع ہی سے باہم مشوروں کے ساتھ شہر کے اندر مجلس یہ خدمات انجام دے رہی ہے

۱) شہر کی مساجد میں ائمہ مساجد کے ذریعہ نماز کے بعد ایک منٹ کا مدرسہ سنانا۔

۲) شہر کے اطراف ونواح کے علاقوں میں ہر پیر بعد نماز عصر مجلس کے علماء واراکین گشت کے ذریعہ گھر گھر پہنچ کر ایک گناہ کا نقصان اور ایک طاعت کا فائدہ بتانا پھر بعد نماز مغرب مسجد میں مردوں کو جوڑ کر علمائے کرام کے بیانات کا نظم اور نماز کی عملی مشق کا اہتمام کرنا۔

۳) ہر قمری مہینہ کے آخری اتوار کو عصر تا فجر اجتماع منعقد کر کے اس میں اکثر بیرونی اکابر علماء اور کبھی حسب ضرورت مقامی علمائے کرام کے اصلاحی مواعظ کا نظم کرنا۔

۴) قرآن کریم اور دینی کتابوں کے بوسیدہ پرزوں کو اہتمام واحترام کے ساتھ کہیں دفن کرنیکی غرض سے جابجا پلاسٹک بکیٹوں کا انتظام کرنا۔

۵) جن مساجد میں قرآن بغیر جزدان کے رکھے ہوئے ہوتے ہیں وہاں جزدانوں کا انتظام کرنا۔

۶) ہفتہ میں دو دن مؤذن حضرات کو جوڑ کر اذان واقامت کی اصلاح اور عملی مشق کرانا۔

۷) مجلس دعوۃ الحق کے دستور کے مطابق لڑکوں اور لڑکیوں کی صحیح قرآنی تعلیم کے لئے مدارس کا قیام اور نظم کرنا۔

۸) اسی مقصد کے تحت تعلیم بالغان کا جز وقتی نظم بھی جاری ہے۔

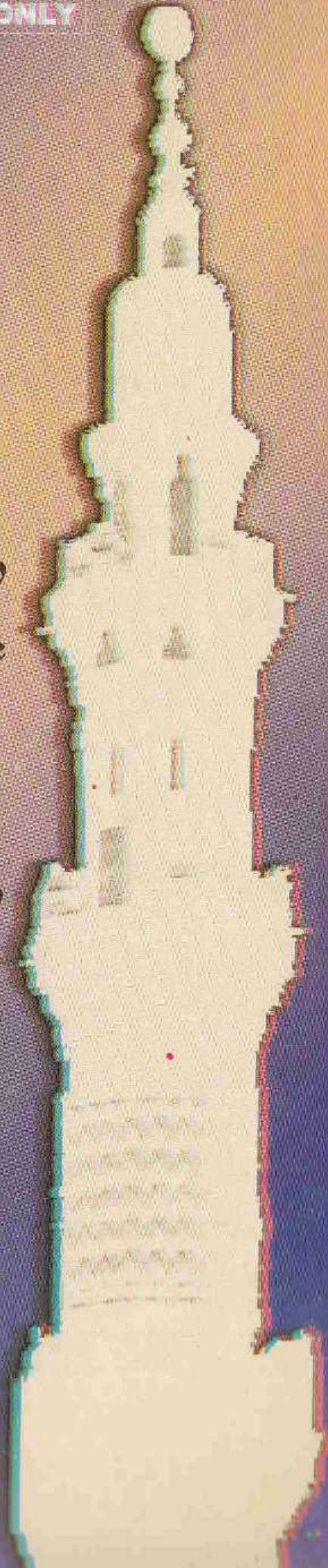
۹) حضرات اکابرین کے مواعظ وملفوظات کے منتخب کتابچے ہر ماہ شائع کر کے گھر گھر تقسیم کرنا۔

۱۰) قمری حساب سے محرم میں اسلامی کیلنڈر شائع کرنا۔

۱۱) ان تمام امور کی باقاعدہ ترتیب وتعمیل کیلئے مستقل دفتر موجود ہے جہاں دو علماء اس غرض سے متعین ہیں کہ پوری کارروائی کو تحریراً محفوظ کریں اور مجلس کے ماہانہ اجلاس میں طے شدہ امور کو عملی جامہ پہنائیں۔

DAWAT-UL-HAQ

43 Mulla Street, Pernambut - 635 810
E-mail: dawthulhaq@rediffmail.com Phone: 04171-231292



جواہر حکمت

دل میں لگا کے ان کی لو کردے جہاں میں نشر ضو
شمعیں تو جل رہی ہیں سو بزم میں روشنی نہیں

دہر کی اب ہے انجمن تیرہ وتار اے حسن
باعث نور تو ہی بن اوروں کو فکر ہی نہیں

(حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ)